النور
اشاعت خصوصی
تحریک جدید
اگست 2003
"دُنیا میں ایک نذیر آیا، پر
دُنیا نے اُس کو قبول نہ
کیا۔ لیکن خدا اُسے
قبول کرے گا۔
اور بڑے زور آور
حملوں سے اُس کی
سچائی کو ظاہر کر دے گا"
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود علیہ السلام

نوبت خانہ

فرمودہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ

''اَب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت زمین پر قائم ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیحؑ سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا ہے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے میری آواز نہیں ہے۔ مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری بات مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔'' (سیر روحانی جلد سوم)

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (القرآن ۶۵:۱۲)

النـــــــور

شمارہ خصوصی اگست ۲۰۰۳ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ

نگران اعلیٰ : ڈاکٹر احسان اللہ ظفر، امیر جماعت احمدیہ یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ : مختار احمد چیمہ

مدیران : انور محمود خان (اشاعت خصوصی)

ناصر احمد جمیل۔عمران حیّ

معاونین : ڈاکٹر ارشد خان۔امجد ایم خان

تصاویر : کلیم احمد بھٹی

پرنٹرز : فضلِ عمر پریس ایتھنز اوہائیو۔یو۔ایس۔اے

لکھنے کا پتہ : Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ہ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ہ

هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ہ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ط نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ (الصّف آیات ۸ تا ۱۴)

ترجمہ:

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کیطرف بلایا جاتا ہے۔اور اللہ ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا خواہ کافر لوگ کتنا ہی ناپسند کریں۔

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

اے مومنو کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی خبر دوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے گی۔

(وہ تجارت یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔اگر تم جانو تو یہ تمھارے لئے بہت بہتر ہے۔

(تمہارے ایسا کرنے پر) وہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا اور تم کو اُن جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں کے پاک مکانوں میں (تم کو رکھے گا) یہ بڑی کامیابی ہے (جو وہ تم کو دے گا)

اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جس کو تم بہت چاہتے ہو وہ اللہ کی تائید ہے، اور ایک جلدی حاصل ہونے والی فتح ہے اور مومنوں کو بشارت دے (کہ اُن کو ایک اور جلد حاصل ہونے والی فتح بھی ملے گی)

ادار یہ

غلبہ اسلام اور نظام "تحریک جدید"

چمنستان دہر میں بارہا خزاں آئی ہے۔ ایسی خزاں کی تندیٔ ہوا کے جھکڑ درختہائے سر سبز کو اس خوفناک جھٹکوں سے ہلانے لگے کہ گویا زمین سے بار آور ہونے کے بعد یہ تمام قد آدم درخت اپنی فلک بوس شاخوں کے ساتھ زمین پر آ گئے۔

1934ء میں اسلام کے نام نہاد فرزندوں نے بھی ایک ایسے طوفان سے آگہی کی کہ بس شجر احمدیت کو نیست و نابود کر دیں گے اس گروہ کثیر کی یہ تمنا تھی کہ احمدیوں کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ ان خون کے پیاسوں کی تعلّی یہاں تک بڑھی کہ ان کی خبروں سے یہ بازگشت سنائی دینے لگی:

ہم مجلس احرار ہیں۔ قادیانیوں کا ابھی تک ہم سے ٹکراؤ نہیں ہوا۔ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ قادیانی تو کجا مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک نام لیوا باقی نہیں رہے گا۔ ہم ان کا ریزہ ریزہ کر دیں گے.................

انہی ایام کا ایک زندہ جاوید واقعہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم نے یوں بیان کیا کہ وہ حضرت اماں جانؓ کی رہائش گاہ پر مقیم تھے کہ ایک رات ان کو نہ صرف ایک آہٹ سنائی دی بلکہ کسی کے رونے یا کراہنے کی آواز سنائی دی اس آواز کی پیروی میں وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے کمرے تک پہنچ گئے اور آواز درجہ بدرجہ زیادہ صاف طور پر سنائی دی جانے لگی۔ دروازہ کی دراز سے دیکھنے پر یہ معلوم ہوا کہ خزاں کی اس ڈراؤنی رات کی تاریکی میں ایک مرد مجاہد جائے نماز پر حالت قیام میں آیت قرآنی کا یہ حصہ دہرا رہا ہے۔

اهدنا الصراط المستقيم

اس درد میں اس قدر تکرار اتنا جوش اور اس قدر سوز تھا کہ ایسا لگتا تھا کہ اس دعا کرنے والے کو اس فقرے کے بعد کی آیت اس کے ذہن سے اتر گئی ہو۔

حضورؓ نے اپنی شبانہ ادعیہ جاری رکھیں اور خدائے رحیم و کریم نے نہ صرف آپ کو غلبہ اسلام کا عظیم الشان نقشہ سمجھایا بلکہ اس وقت کے حالات کے پیش نظر جماعت کی خصوصی حفاظت فرمائی۔ خدا کے اس برگزیدہ خلیفہ نے جماعت کو یہ مژدہ جانفزا سنایا:

"میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں"

تمام اہالیان قادیان بلکہ اہالیان دنیائے احمدیت نے یہ عظیم الشان الٰہی سلوک دیکھا۔ اس شیر خدا نے احرار کے مستقبل کے بارے میں یہ اطلاع دی۔

لوٹنے نکلے تھے جو امن و سکون بے کساں
خود انہی کے لٹ گئے حسن و شباب زندگی

حضرت مصلح موعودؓ نے تین سلسلہ خطبات میں پہلے جماعت کو آپس میں صلح کرنے اور قربانی کے لئے تیار رہنے کی نصیحت فرمائی جس کا نقشہ اپنی نظم میں یوں کھینچا:

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خون سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پرواہ جاتی ہے اگر تو جانے دو

حضور نے غلبہ اسلام کا نقشہ "تحریک جدید" کی شکل میں پیش فرمایا اور آپ نے ان سہ خطبات میں ۱۹ مطالبات پیش کئے۔ ان مطالبات میں روز مرہ زندگی کے اسلوب اور قرائن سکھائے۔ سادہ زندگی، مال اور وقت کی قربانی، وقف زندگی اور تبلیغ اسلام میں

مصروف العمل ہونے کی تاکید فرمائی۔

1934ء کے نومبر میں اس تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک میں مالی قربانی کا تخمینہ 27500 روپے پیش کیا اور احباب جماعت کو اس میں شمولیت کی تحریک کی۔ جماعت کے جملہ مرد وزن، بوڑھے اور بچوں نے انتہائی جوش خروش سے اس میں حصہ لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

جماعت کا کوئی طبقہ اس قربانی میں پیچھے نہیں رہا امراء غربا سب نے اپنی بلند ہمتوں اور توفیق کے مطابق قربانی دی۔ جوش اور ولولے کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اعلان فرماتے تو لوگ دوڑ دوڑ کر پہلے وقت میں پہنچ کر اپنے چندے لکھواتے ان میں دو تانگے والے محمد رمضان اور محمد بوٹا بھی شامل تھے دونوں جب تک زندہ رہے ایک سال بھی پیچھے نہیں رہے اور پھر ادائیگی میں بھی سابقون الاوّلون کا معیار قائم رکھا۔ مزدوروں کا یہ کام تھا کہ چند آنے یومیہ مزدوری کرنے والے نے 30 روپے وعدہ لکھوایا ایک اور غریب بہت ہی کمزور حال دوست نے 10 روپے لکھوایا۔ جہاں قربانی کرنے والوں کا یہ حال تھا وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل بھی اس طرح بارش کی طرح برسے کہ ان کی کایا پلٹ گئی''(الفضل 8 نومبر 1982ء ص 1)

قارئین کرام! یہ قصہ پارینہ نہیں جو سات دھائیوں قبل ظہور میں آیا۔ آج بھی اس قربانی کے انمول نمونے دنیائے احمدیت میں روزانہ کا معمول ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے لندن میں منعقدہ جلسے کے دوسرے روز مالی قربانیوں کی کئی امثلہ پیش کیں ان میں ایک مثالی قربانی آئیوری کوسٹ کے ایک بڑھئی کی ہے جنہوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر چندہ تحریک جدید میں وعدہ پیش کیا اور قبل از وقت مقررہ ادائیگی کی بھی توفیق پائی۔

حضور نے فرمایا کہ جس دن وہ ادائیگی چندہ کے بعد گھر واپس آئے۔ اسی رات اس بازار میں آگ لگ گئی جہاں ان کی دوکان تھی جب وہ بازار آئے تو دیکھا کہ ان کی دوکان کے اردگرد کی جملہ دوکانیں نذر آتش ہوگئی ہیں لیکن ان کی دوکان جو اگرچہ درمیان میں تھی کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اس احمدی کا کہنا ہے کہ اس چندے کی برکت سے اس کی دوکان بچ گئی۔ حضور نے مزید فرمایا کہ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کا وہ فقرہ چسپاں ہوتا ہے''ہمیں آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے''۔ سچ ہے مسیح وقت کے اس غلام کے لئے وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔

الغرض قربانیوں کی یہ داستانیں زندہ جاوید ہیں اور تسلسل کے ساتھ جماعت احمدیہ کی میراث ہیں۔

تحریک جدید کے زیر اہتمام اکناف عالم میں تبلیغ اسلام کی مہمات سرعت کے ساتھ جاری ہیں اور خدا کے فضل کے ساتھ 176 ممالک میں جماعت احمدیہ پھیل چکی ہے اور کثرت سے اقوام عالم حلقہ بگوش احمدیت ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اس شمارے میں ہم بانی تحریک جدید کے ابتدائی خطبات کا مکمل متن پیش کرنے کی سعادت پا رہے ہیں۔ تحریک جدید کے ذریعہ اشاعت اسلام کے عالمگیر مشن میں سے صرف فرانسیسی زبان بولنے والے ممالک میں جماعت کی سرگرمیاں تصویری زبان میں پیش کی جاری ہیں۔ 1993ء تاریخ احمدیت میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ نہ صرف اس سال عالمی بیعت کا آغاز ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے امامؒ کو ایک رویاء صادقہ سے نوازا۔ اس رویا میں اللہ تعالیٰ نے کشتی اسلام کے کپتان کو ایک نئی سمت کی طرف توجہ دلائی اور تبلیغ اسلام کو فرانسیسی زبان بولنے والے ممالک میں پھیلانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضور کا یہ رویاء بھی شائع کیا جا رہا ہے اور اس رویاء کے نتیجے میں ان ممالک میں احمدیت کے عظیم الشان نفوذ کے اعداد وشمار اور کاوشوں کی جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام دلچسپی سے اس مجلّہ کی ورق گردانی فرمائیں گے اور ان کے قلوب میں جذبہ قربانی گونا ترقی کرے گا۔

ہماری یہ خوش قسمتی ہے ہمارے پیارے امام حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت ہمارے اس رسالے کے لئے ہمیں اپنے گراں قدر پیغام سے نوازا ہے۔ ہم آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔

مکرم ومحترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل الاعلیٰ تحریک جدید، مکرم ومحترم نصیر احمد قمر صاحب ایڈیٹر انٹرنیشنل الفضل، مکرم ومحترم عبدالغنی جہانگیر صاحب انچارج فرنچ ڈیسک کے بہت ممنون ہیں جن کے ارشادات سے ہم نے اپنے اس شمارے کو مزین کیا، مکرم احسان سکندر صاحب امیر جماعت بینن، مکرم محمود ناصر ثاقب صاحب امیر جماعت احمدیہ برکینا فاسو، مکرم رشید احمد طیب صاحب امیر جماعت احمد ساؤٹوے، مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن کے ممنون ہیں جنہوں نے تصاویر اور رپورٹ کے ذریعے ہماری مدد کی، مکرم محمد صدیق صاحب آف خلافت لائبریری ربوہ کے مشکور ہیں کہ اُنہوں خطبات کی نقول فراہم کیں اور مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب کے ممنون ہیں کہ اُنہوں نے اُردو مسودہ کی تیاری میں مدد دی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے۔

آمین! ثم آمین۔

پیغام وکیل اعلیٰ تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسول الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

مکرم ومحترم احسان اللہ ظفر صاحب امیر جماعت احمدیہ USA

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپکے خط سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ USA اپنے ماہانہ احمدیہ گزٹ کا تحریک جدید نمبر شائع کر رہی ہے۔ دعا ہے کہ یہ خاص شمارہ عمدگی سے اور احسن طور پر تیار ہو اور جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہو۔ آمین!

خاکسار سے آپ نے اس شمارہ کے لئے پیغام کی خواہش کی ہے۔ مختصراً گزارش ہے کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1889ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور اپنی وفات سے چند سال پہلے آپ نے 1905ء میں آپ نے اپنی آخری وصیت لکھی جو ''الوصیت'' کے نام سے مشہور ہے۔

الوصیت میں آپ نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ آپ کی وفات کے بعد جماعت کے اندر خلافت کا نظام قائم ہوگا۔ اور خلافت احمدیہ کے زیرِ انتظام آپ کے بعد آپ کے مشن کے اغراض ومقاصد کو جماعت احمدیہ آگے بڑھائے گی۔ انشاء اللہ

آپ کے مشن کی بڑی غرض ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت ہے اور پھر مخلوق خدا کی بہبود اور خبر گیری بھی ان اغراض ومقاصد کا اہم حصہ ہے۔

آپ نے الوصیت میں تحریر فرمایا کہ:

> ''مجھے ایک جگہ خواب میں دکھلائی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔۔۔ اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں''

چنانچہ اس بنا پر آپ نے بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی اور فرمایا کہ جماعت کے جو لوگ وصیت کریں کہ وفات کے بعد ان کی جائیداد کا 1/10 سے لی کر 1/3 حصہ اشاعت اسلام کی غرض پر خرچ ہو اور ساتھ صالح اور متقی ہوں اور اس مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

چنانچہ جماعت کے افراد نے نظام وصیت میں شامل ہونا شروع کر دیا اور اشاعت اسلام کے لئے اموال میسر آنے شروع ہو گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت میں نظام خلافت قائم ہو گیا اور اس کی نگرانی میں اشاعت اسلام پر یہ اموال خرچ ہونے لگے۔

1934ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کی سکیم کا اعلان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ مجلس احرار نے اعلان کیا ہے کہ جماعت کو نیست و نابود کر دیں گے لیکن میں اذن الٰہی سے ایک ایسے منصوبے کا اعلان کر رہا ہوں جس کے نتیجے میں انشاء اللہ جماعت دنیا کے

سب ممالک میں پھیل جائے گی اور کوئی اس کو نیست و نابود نہیں کر سکے گا۔

تحریک جدید صرف ایک چندہ کا نام نہیں ہے اس کا بڑا اور اعلیٰ مقصد اسلام کے پیغام کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے۔ یہ ایک تفصیلی سکیم ہے۔ اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کی اس سکیم کے 25 مطالبات ہیں جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے جماعت کے سامنے پیش کئے اور جماعت کو انہیں پورا کرنے کی تحریک کی اور جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مطالبات کو پورا کیا۔ ان میں سے 4 اہم مطالبات ذیل میں درج ہیں:

1۔ زندگی کے سب شعبوں میں سادگی اور کفایت شعاری اختیار کرنا

2۔ تحریک جدید کے چندہ میں حسب حیثیت حصہ لینا

3۔ نوجوان زندگیاں وقف کریں اور اشاعت اسلام کا کام سرانجام دیں

4۔ اشاعت اسلام کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مناسب حال لٹریچر شائع کرنا

1934ء میں جماعت احمدیہ گنتی کے چند ممالک میں قائم تھی۔ لیکن جماعت کی گزشتہ 69 سال کی قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت 176 ملکوں میں قائم ہے اور اس کی تعداد 20 کروڑ افراد تک پہنچ گئی ہے اور بڑے بڑے ملکوں میں اس کے مضبوط مشن قائم ہیں۔ 60 کے قریب مختلف زبانوں میں قران کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ دوسرا لٹریچر اس کے علاوہ ہے۔

اصل نظام جو جماعت نے دنیا میں قائم کرنا ہے وہ وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں بیان فرمایا ہے۔ تحریک جدید کا اس نظام کے قائم کرنے کے لئے زمین ہموار کرنا ہے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے الفاظ میں تحریک جدید نظام وصیت کے لئے بطور پیشرو اور ارہاص کے ہے۔

تحریک جدید کے ذریعہ ملکوں میں تبلیغ ہوگی۔ تبلیغ کے ذریعہ ملکوں کے لوگ احمدیت قبول کریں گے، احمدیت قبول کرنے کے بعد وہ وصیت کریں گے اور ملک ملک میں وصیت کا نظام جاری ہوگا۔ اور اس نظام کے جاری ہونے کے ساتھ احمدیت کو غیر معمولی تقویت اور غلبہ نصیب ہوگا۔ ان اموال کے ذریعہ جہاں نیکی اور صالحیت ترقی کرے گی وہاں یتامیٰ اور مساکین کی خبر گیری اور بہبود انسانیت کا کام بھی وصیت کے اموال سے انجام پائے گا۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ وہ دن قریب لائے جب تحریک جدید کی سکیم کے ذریعہ وصیت کا نظام ساری دنیا میں مکمل طور پر نافذ ہو جائے۔ آمین۔

والسلام

(دستخط) حمید اللہ

(وکیل اعلیٰ تحریک جدید انجمن احمدیہ)

از مالموسویڈن 10 ستمبر 2003ء

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ

جو بات خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھا دی ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی

کشتی احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پرخطر چٹانوں سے گذارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچا دے گا

تحریک جدید کے کامیاب مستقبل کے بارے میں حضرت المصلح الموعودؓ کی پیشگوئی

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے تحریک جدید کے قیام کے ساتھ ہی اس کی زبردست اور معجزانہ کامیابیوں کی خوشخبری سنادی۔حضور نے فرمایا:-

''اگر تم سب کے سب بھی مجھے چھوڑ دو۔تب بھی خدا غیب سے سامان پیدا کر دے گا،لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ جو بات خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے کہی اور جس کا نقشہ اس نے مجھے سمجھا دیا ہے وہ نہ ہو، وہ ضرور ہو کر رہے گی۔خواہ دوست دشمن سب مجھے چھوڑ جائیں۔خدا تعالیٰ خود آسمان سے اُترے گا اور اس مکان کی تعمیر کر کے چھوڑے گا''۔ (الفضل 7/نومبر 1935ء ص8 کالم2)

''باوجودیکہ ہم نہ تشدد کریں گے اور نہ سول نافرمانی، باوجودیکہ ہم گورنمنٹ کے قانون کا احترام کرینگے باوجود اس کے کہ ہم ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کریں گے جو احمدیت نے ہم پر عائد کی ہیں اور باوجود اس کے کہ ہم ان تمام فرائض کو پورا کریں گے جو خدا...... نے ہمارے لئے مقرر کئے۔ پھر بھی ہماری سکیم کامیاب ہو کے رہے گی۔کشتی احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پرخطر چٹانوں میں سے گذارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچا دے گا۔یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ سے نور پاتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی رحمانی صفات سے وہ موید ہوتے ہیں اور گو وہ دنیا سے اٹھ جائیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلے جائیں مگر ان کے جاری کئے ہوئے کام نہیں رُکتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مفلح اور منصور بناتا ہے''۔(الفضل 11/نومبر 1934ء ص4 کالم3)

''میں یقین رکھتا ہوں۔خالی یقین نہیں۔ بلکہ ایسا یقین جس کے ساتھ دلائل ہیں اور جس کی ہر ایک کڑی میرے ذہن میں ہے۔ اور اس یقین کی بناء پر میں کہتا ہوں کہ گو جوشیلے لوگوں کو وہ سکیم پسند نہ آئے،لیکن ہماری جماعت کے دوست اس سکیم پر سچے طور پر عمل کریں تو یقیناً فتح ان کی ہے''۔(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جنوری 1935ء مطبوعہ الفضل 17 جنوری 1935ء ص4 کالم3)

تحریک جدید کا پس منظر

سید شمشاد احمد ناصر مشنری جماعت احمدیہ امریکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جوں ہی اپنے مشن کا اعلان فرمایا ایک دنیا آپ کی مخالفت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہیں آپ پر کفر کے فتوے لگائے گئے تو کسی نے آپ کو دجال اور کافر (نعوذ باللہ) کے نام سے پکارا کیا کچھ آپ کی مخالفت میں نہ کیا گیا۔ لیکن کیا یہ درست نہیں کہ جب بھی کوئی فرستادہ خدا کی طرف سے آیا اس کے ساتھ ظالموں نے ہمیشہ ایسا ہی سلوک کیا اور اسی سلوک کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت اشارہ کر رہی ہے۔

"یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔
(یٰسین:31)

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

چنانچہ آپ کی مخالفت ہوئی اور خوب ہوئی مگر یہ مخالفت کیا کر سکتی تھی جب کہ خدا خود اس کشتی کا نگہبان تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد مخالفت کا زور کم نہیں ہوا بلکہ اور بھی بڑھتا چلا گیا۔

لیکن خلفائے احمدیت کی قیادت میں احمدیت کا یہ قافلہ ترقیات کی منازل کی طرف بڑی تیزی سے رواں دواں ہے۔ زمانے کے حوادث اور مصائب اور تکالیف اور دشمنوں کے منصوبے خدا تعالیٰ کے منصوبوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ہمارا کام تو بس خلفاء کی آواز پر لبیک کہنا ہے پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ دشمنوں کے منصوبوں کو کس طرح ناکام کرتا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد مخالفین احمدیت خدا کے لگائے ہوئے اس پودے کو اکھاڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے اور لگا رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے ہمیشہ ہی اپنے منہ کی کھائی ہے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں ہمیشہ ہی ناکام ونامراد رکھا۔

ہر ایک جو بھی احمدیت کو مٹانے کے لئے اٹھا خود ہی نابود ہوا اور ناکام ونامراد ہو کر اس جہاں سے رخصت ہوا۔

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے زمانے میں بھی مخالفین اور معاندین احمدیت نے احمدیت کو ختم کرنے کے بڑے بڑے دعاوی کئے۔ منصوبے بنائے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے لوگوں کو اکسایا۔ جلسے کئے گئے حکومت کو بھی اس میں شامل کیا گیا۔ چنانچہ تمام مذہبی اور سیاسی طاقتوں نے اکٹھے ہو کر جماعت احمدیہ کے خلاف محاذ کھولا اور بانگ دہل یہ اعلان کئے کہ

"ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے"

"ہم منارۃ المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہادیں گے"

قادیان اور اس کے گردونواح سے احمدیت کا نام ونشان ختم کر دیں گے"

چنانچہ "جماعت احمدیہ کے دوربین امام نے ایک نظر میں ہی ان سارے زمینی اور آسمانی انقلابوں کو بھانپ لیا اور روح القدس نے آپ کے دل میں الہام کیا کہ جماعت کے لئے یہ ایک نئے دور کا آغاز ہے آپ کی اولوالعزم ہمت ان خطروں کو دیکھ کر اور بھی بلند ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ خدا کا لایا ہوا ہر دور مبارک ہے۔ ہم بھی اس جدید دور میں ایک جدید تحریک کی داغ بیل قائم کریں گے اور ایک طرف اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اور دوسری طرف دشمن پر وار کرتے ہوئے آگے نکل جائیں گے یہی وہ تحریک جدید ہے جو اس وقت جماعت کے سامنے ہے" سلسلہ احمدیہ صفحہ 415-414 (از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

وہ پس منظر جس میں تحریک جدید کا آغاز ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"یہ تحریک ایسی تکلیف کے وقت میں شروع کی گئی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی ساری طاقتیں جماعت احمدیہ کو مٹانے کے لئے جمع ہوگئی ہیں۔ ایک طرف احرار نے اعلان کر دیا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مٹا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ اس وقت تک سانس نہ لیں گے جب تک مٹا نہ لیں دوسری طرف جو لوگ ہم سے ملنے جلنے والے تھے اور بظاہر ہم سے محبت کا اظہار کرتے تھے انہوں نے پوشیدہ بغض نکالنے کے لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں روپوں سے ان کی امداد کرنی شروع کر دی اور تیسری طرف سارے ہندوستان نے ان کی پیٹھ ٹھونکی یہاں تک کہ ایک ہمارا وفد گورنر

پنجاب سے ملنے کیلئے گیا تو اسے کہا گیا کہ تم لوگوں نے احرار کی اس تحریک کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگایا۔ ہم نے محکمہ ڈاک سے پتہ لگایا ہے۔ پندرہ سو روپیہ روزانہ ان کی آمدنی ہے تو اس وقت گورنمنٹ انگریزی نے بھی احرار کی فتنہ انگیزی سے متاثر ہو کر ہمارے خلاف ہتھیار اٹھا لئے اور یہاں کئی بڑے بڑے افسر بھیج کر اور احمدیوں کو رستے چلنے سے روک کر احرار کا جلسہ کرایا گیا'' (تقریر فرمودہ 27 دسمبر 1943ء)

حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں:

''تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی۔ اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جب کہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی اس وقت جماعت کے دل ایسے تھے جیسے چلتے گھوڑے کو جب روکا جائے تو اس کی کیفیت ہوتی ہے''

(الفضل 8 فروری 1936ء)

اسی طرح ایک اور موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

''تحریک جدید ایک ہنگامی چیز کے طور پر میرے ذہن میں آئی تھی۔ اور جب میں نے اس تحریک کا اعلان کیا ہے اس وقت خود مجھے بھی اس تحریک کی کئی حکمتوں کا علم نہیں تھا۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایک نیت اور ارادہ کے ساتھ میں نے یہ سکیم جماعت کے سامنے پیش کی تھی۔ کیونکہ واقعہ یہ تھا کہ جماعت کی ان دنوں حکومت کے بعض افسروں کی طرف سے شدید ہتک کی گئی تھی اور سلسلہ کا وقار خطرے میں پڑ گیا تھا۔ پس میں نے چاہا کہ جماعت کو اس خطرہ سے بچاؤں مگر بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی رحمت انسانی قلوب پر تصرف کرتی ہے اور روح القدس اس کے تمام ارادوں اور کاموں پر حاوی ہو جاتا ہے میں سمجھتا ہوں میری زندگی میں بھی یہ ایسا ہی واقعہ تھا جب کہ روح القدس میرے دل پر اترا اور وہ میرے دماغ پر ایسا حاوی ہو گیا کہ مجھے یوں محسوس ہوا گویا اس نے مجھے ڈھانک لیا ہے اور ایک نئی سکیم ایک دنیا میں تغیر پیدا کرنے والی سکیم میرے دل پر نازل کر دی۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میری تحریک جدید کے اعلان سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

قرآنی نکتے مجھ پر پہلے بھی کھلتے تھے اور اب بھی کھلتے ہیں۔ مگر پہلے کوئی معین سکیم میرے سامنے نہیں تھی جس کے قدم قدم کے نتیجہ سے میں واقف ہوں اور میں کہہ سکوں کہ اس اس رنگ میں ہماری جماعت ترقی کرے گی مگر اب میری حالت ایسی ہی ہے کہ جس طرح انجینئر ایک عمارت بناتا ہے اور اسے یہ علم ہوتا ہے کہ یہ عمارت کب ختم ہو گی؟ اس میں کہاں کہاں طاقچے رکھے جائیں گے کتنی کھڑکیاں ہونگی۔ کتنے دروازے ہونگے۔ کتنی اونچائی پر چھت پڑے گی اسی طرح دنیا کی اسلامی فتح کی منزلیں اپنی بہت سی تفاصیل اور مشکلات کے ساتھ میرے سامنے ہیں۔ دشمنوں کی بہت سی تدبیریں میرے سامنے بے نقاب ہیں اس کی کوششوں کا مجھے علم ہے اور یہ تمام امور ایک وسیع تفصیل کے ساتھ میری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں تب میں نے سمجھا کہ یہ واقعہ اور فساد خدا تعالیٰ کی خاص حکمت نے کھڑا کیا تھا تا وہ ہماری نظروں کو اس عظیم الشان مقصد کی طرف پھرا دے جس کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔

> ''۔۔۔دنیا کی اسلامی فتح کی منزلیں اپنی بہت سی تفاصیل اور مشکلات کے ساتھ میرے سامنے ہیں۔ دشمنوں کی بہت سی تدبیریں میرے سامنے بے نقاب ہیں اس کی کوششوں کا مجھے علم ہے۔۔۔'' حضرت المصلح موعودؓ

پس پہلے میں صرف ان باتوں پر ایمان رکھتا تھا۔ مگر اب میں صرف ایمان ہی نہیں رکھتا بلکہ میں تمام باتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ کو کس کس رنگ میں نقصان پہنچایا جائے گا میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ پر کیا کیا حملہ کیا جائے گا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے ان حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے''

(الفضل 7 اپریل 1939ء)

حضرت مصلح موعودؓ تحریک جدید کو تمام کامیابیوں کے حصول کا ذریعہ اور الہامی تحریک قرار دیتے ہوئے

فرماتے ہیں:

''پس جماعت کو اپنی ترقی اور عظمت کے لئے اس تحریک کو سمجھنا اور اس پر غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح مختصر الفاظ میں ایک الہام کر دیتا ہے اور اس میں نہایت باریک تفصیلات موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کا القاء بھی ہوتا ہے اور جس طرح الہام مخفی ہوتا ہے اسی طرح القاء بھی مخفی ہوتا ہے بلکہ القاء الہام سے زیادہ مخفی ہوتا ہے۔ یہ تحریک بھی جو القاء الٰہی کا نتیجہ تھی پہلے مخفی تھی مگر جب اس پر غور کیا گیا تو یہ اس قدر تفصیلات کی جامع نکلی کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ کیلئے اس میں اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ اصولی طور پر اس میں وہ تمام باتیں آ گئی ہیں جو کامیابی کے لئے ضروری ہیں''۔

(الفضل 26 فروری 1961ء)

خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعودؓ کی اس تحریک پر جماعت کے ہر مرد و زن نے بڑی ہی فدائیت اور والہانہ انداز میں لبیک کہی اور قربانی کے ہر میدان میں ریکارڈ قائم کر دیئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 27 ہزار روپے کا مطالبہ کیا تو جماعت نے لاکھوں روپے کے وعدے اور نقد رقوم پیش کر دیں۔ عورتوں نے زیورات پیش کر دیئے نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ احمدی ماؤں نے اپنے اکلوتے بچے راہ خدا میں پیش کر دیئے۔ حضور نے سادہ زندگی کی تحریک فرمائی تھی جماعت کے لوگوں نے اپنے اخراجات کم کر کے بلکہ پیٹ کاٹ کاٹ کر جو بچت کی اسے خدا کی راہ میں پیش کر دیا۔ تبلیغ کے میدان کو وسیع کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ جماعت نے خدا کے فضل سے اس میدان میں بھی اس طرح کام شروع کیا کہ اس راہ میں مشکل سے مشکل چٹان کی بھی پرواہ نہ کی۔

کلام الامام

اتمامِ حُجّت

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ کلام)

نِشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تِری اک روز اے گستاخ شامت آنے والی ہے

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزّت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنے والی ہے

بُہت بڑھ بڑھ کے باتیں کیں ہیں تو نے اور چھپایا حق
مگر یہ یاد رکھ اک دِن ندامت آنے والی ہے

خُدا رُسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
سُنو اے مُنکرو اب یہ کرامت آنے والی ہے

خُدا ظاہر کرے گا اک نشاں پُر رُعب و پُر ہَیبت
دِلوں میں اِس نشاں سے استقامت آنے والی ہے

خُدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خُدا سے یہ علامت آنے والی ہے

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ

کے تحریک جدید کیلئے مخلصین جماعت احمدیہ سے جانی اور مالی قربانیوں کے مطالبات

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 1934ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

میں نے گزشتہ جمعہ میں اس آئندہ تجویز کے متعلق اور اس لائحہ عمل کے متعلق جو میں جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تمہیدی طور پر ایک بات بیان کی تھی۔ اب میں اسی تمہید کے سلسلہ میں ایک اور بات بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں بعض باتیں انسان کو مجبوراً اپنے مخالفوں سے چھپانی پڑتی ہیں۔ وہ اپنی ذات میں بری نہیں ہوتیں۔ اس فعل کے معاً بعد اگر ان کو ظاہر کر دیا جائے تو دنیا کا کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا لیکن جس وقت ان پر عمل کیا جارہا ہو، اگر مخالف کو اس کا علم ہو جائے تو انسان کے لئے کامیابی مشکل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک فوج ایک شہر پر حملہ کرتی ہے ایک مظلوم قوم کی فوج جو ظالم کے دفاع کے لئے بلکہ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے آگے بڑھتی ہے جو اس کا اپنا تھا تو یہ نہ صرف اچھی بات بلکہ ثواب کا موجب ہے لیکن اگر یہ لوگ دشمن کی فوج کو یہ کہلا بھجیں کہ ہم فلاں درہ سے داخل ہوں گے، اتنے سپاہی، اتنی بندوقیں، اتنی توپیں ہمارے ساتھ ہوں گی، ہمارے لڑنے کا طریق یہ ہوگا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کا توڑ سوچ لے گا اور آسانی سے ان کے حملہ کو رد کر دے گا۔ پس گو اس قسم کا حملہ نیک کام ہے اور ثواب کا موجب ہے مگر اس کے اظہار کی جرأت کوئی نہیں کرے گا اور سوائے کسی بیوقوف کے کوئی اس کی تفصیل کو ظاہر کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اس طرح اگر ہم تبلیغ کے لئے کوئی جگہ چن لیں یا کوئی طریق تبلیغ تجویز کریں اور اس کا اعلان بھی کر دیں۔ تو اس کا لازمی یہ نتیجہ ہوگا کہ مخالف بھی اپنا سارا زور اس تجویز کو ناکام بنانے میں صرف کر دے گا اور اس طرح بالکل ممکن ہے کہ ہماری تجویز بہت حد تک نامکمل رہے۔ پس جس طرح ایک ہوشیار جرنیل کا کام ہے کہ دشمن کی طاقتوں کو خاص طرف لگائے رکھے اور اپنی طاقتوں کو دوسری طرف خرچ کرے تا کہ زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکے۔ اسی طرح تبلیغی منتظم کا فرض ہے کہ مخالف پروپیگنڈا کو ایسی جہت پر لگائے رکھے کہ تبلیغ کے کام کو نقصان نہ پہنچے اور مخالف فرقہ کو اصل کام کی حقیقت کا علم نہ ہو اور اس طرح دشمن کو اس سے غافل رکھ کر کامیابی حاصل کرے۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری سکیم کے بعض حصے ایسے ہیں کہ میں انہیں تفصیلاً بیان نہیں کروں گا کیونکہ اگر انہیں بیان کر دوں تو نتیجہ اتنا اہم اور شاندار نہیں نکل سکتا جتنا بعض تفاصیل کو نظر انداز کرنے کی صورت میں نکل سکتا ہے مجھے یہ بات اس لئے وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ قرآن کریم میں خفیہ انجمنیں بنانے اور پوشیدہ کارروائیاں کرنے کی ممانعت ہے اور میں نے اس لئے یہ بات کھول کر بیان کی ہے کہ دونوں میں فرق معلوم ہو سکے۔ اگر کوئی خفیہ انجمن کسی کو مارنے یا قتل کرنے کا فیصلہ کرتی ہے تو ایسا فعل نہیں کہ کسی وقت بھی اگر اس کو ظاہر کیا جائے تو لوگ کہیں کہ یہ بہت اچھا فیصلہ ہے۔ کوئی ایسی خفیہ کارروائی جو کسی کو قتل کرنے یا اس کے گھر کو یا کھلیان کو آگ لگانے کے متعلق ہو جب بھی ظاہر ہوگی ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ بہت برا فعل ہے لیکن میں جو بات کہتا ہوں وہ ایسی نہیں۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ ہم تبلیغی کام کریں گے ہاں اس میں ایک حد تک اخفاء ہوگا۔ یعنی محاذ جنگ کی یا ذرائع تبلیغ کی خبر دشمن کو نہیں دیں گے۔ وہ تبلیغ ہوگی جو جائز فعل ہے۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ ذرائع تبلیغ اور مقام کو پوشیدہ رکھیں گے اور اس طرح تبلیغ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں گے لیکن اس ساری سکیم میں کوئی دھوکے کا عنصر موجود نہ ہوگا۔ پس ایسی تحریکات میں جو میں کروں گا مؤمنین کو ایک حد تک ایمان بالغیب لانا پڑے گا اور یہ بھی ان کے ایمان کی ایک آزمائش ہوگی۔

قرآن کریم کی پہلی سورۃ میں ہی جو مقدمہ یا دیباچہ کے بعد ہے یعنی سورہ بقرہ اس کی ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۔ تو مومن کو کچھ ایمان بالغیب بھی چاہئے۔ رسول کریم

ﷺ صحابہ کو بدر کے موقع پر مدینہ سے نکال کر لے گئے مگر خدا تعالیٰ سے علم پانے کے باوجود ان کو یہ نہیں بتایا کہ لڑائی یقیناً ہونے والی ہے۔ بدر کے قریب پہنچ کر ان کو جمع کیا اور اس وقت بتایا کہ میں نے کہا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ دو میں سے ایک چیز ضرور مل کر رہے گی۔ یا تو وہ قافلہ جو شام سے آنے والا ہے اور یا دوسرا فریق جو دھمکی دینے والا ہے مل جائے گا۔ اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ ان دو فریقوں میں سے اللہ تعالیٰ نے جنگ کو ہی چنا ہے۔ صحابہ بوجہ پورا علم نہ ہونے کی تیاری کر کے نہیں آئے تھے اور بہت سے تو گھروں سے ہی نہ آئے تھے اور بظاہر یہ حالت مسلمانوں کو کمزور کرنے والی تھی۔ مگر مصلحت یہی تھی کہ سارے حالات ظاہر نہ کئے جائیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ رسول کریم ﷺ کو تفاصیل مدینہ میں ہی معلوم تھیں یا مدینہ سے باہر نکلنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتائیں مگر بہرحال قرآن کریم اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ کچھ عرصہ تک اس علم کو اخفاء میں رکھا گیا اس لئے عین موقع پر چونکہ لوگ تیار نہ تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ اب بتاؤ کیا منشاء ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر صحابہ لڑائی نہ کرنے کا مشورہ دیتے تو رسول کریم ﷺ بھی نہ کرتے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے صرف آپ ہی جواب دہ تھے اس لئے اگر صحابہ لڑائی نہ کرنے کا مشورہ دیتے تو آپ پھر بھی جنگ کرتے، اور کہتے کہ مجھے خدا تعالیٰ کا حکم ہے، اس لئے میں اکیلا جاتا ہوں۔ آپ کے پوچھنے کا مطلب صرف صحابہ کو ثواب میں شامل کرنا تھا۔ غرض آپ نے مشورہ پوچھا اور اس پر مہاجرین کھڑے ہوئے اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ہم جنگ کے لئے حاضر ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ نے پھر دوبارہ پوچھا کہ اے دوستو! مشورہ دو کیا کرنا چاہئے۔ پھر مہاجرین نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ہم تیار ہیں۔ مگر آپ نے سہ بارہ فرمایا دوستو! مشورہ دو کیا کرنا چاہئے۔ تب ایک انصاری کھڑے ہوئے اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مراد ہم سے ہے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ جو مشورہ دیا گیا ہے وہ ہم سب کی طرف سے ہے مگر آپ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ انصار جواب دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میرا یہی منشاء ہے۔ تب اس صحابی نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! شاید آپ کو اس معاہدہ کا خیال ہے جو آپ کو مدینہ میں بلانے کے وقت کیا گیا تھا۔ (نو مسلمین نے جب رسول کریم ﷺ کو مدینہ آنے کی تحریک کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی طرف سے ان لوگوں سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر دشمن رسول کریم ﷺ کو نقصان پہنچانے یا پکڑنے کے لئے مدینہ پر حملہ کریں گے تو مدینہ کے لوگ اپنی ہر چیز قربان کر کے آپ کی حفاظت کریں گے، لیکن اگر مدینہ سے باہر جنگ ہو تو وہ ذمہ وار نہیں ہوں گے۔ (اس صحابی کا اسی معاہدہ کی طرف اشارہ تھا۔) یا رسول اللہ! وہ وہ وقت تھا جب ہمیں اسلام کی پوری طرح خبر نہ تھی اور اب اس پیغام کی اہمیت کا ہمیں علم ہو چکا ہے کیا اب بھی ہم کسی قربانی سے دریغ کر سکتے ہیں۔ کچھ منزلوں پر سمندر تھا اس جہت کی طرف اشارہ کر کے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ ہمیں اس سمندر میں گھوڑے ڈالنے کا حکم دیجئے، ہم کسی چون و چرا کے بغیر سمندر میں کود پڑیں گے اور اگر جب جنگ ہوئی تو ہم آپ کے آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے، دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک ہماری لاشوں کو چل کر نہ جائے ۔ تب رسول کریم ﷺ نے فرمایا بہت اچھا خدا کا یہی حکم تھا۔ اس صحابی کا جواب اتنا پیارا ہے کہ ایک اور صحابی جو رسول کریم ﷺ کے ساتھ بہت سی جنگوں میں شامل ہوئے حسرت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ کاش مجھے ان جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل نہ ہوئی ہوتی اور یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہوتے۔ یہ الفاظ ایسے موقع پر اور اس خاص حالت میں جبکہ رسول کریم ﷺ انصار سے مشورہ لے رہے تھے اور اس خیال کے ماتحت لے رہے تھے کہ وہ مدینہ سے باہر جنگ کرنے کے پابند نہیں اس جوش اور محبت میں کہے گئے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت سے بھی زیادہ قیمتی معلوم ہوتے ہیں اس لئے نہیں کہ الفاظ جنگ سے افضل ہیں یا زیادہ درجہ رکھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ ان الفاظ میں جس محبت کا اظہار ہے وہ ایک بے پایاں سمندر کی طرح حدو بست سے آزاد معلوم ہوتی ہے۔

غرض ایسے موقع پر رسول کریم ﷺ اخفاء سے کام لیتے تھے مگر ایسے حالات میں کہ مطلب کے حصول کے لئے اظہار مضر ہوتا۔ پس اخفاء ناجائز نہیں۔ ہاں جو اخفاء اس لئے کیا جاتا ہے کہ فعل قانوناً یا اخلاقاً یا مذہباً جرم ہے اور اس لئے کیا جاتا ہے کہ تا اس فعل کا مرتکب قانونی یا مذہبی یا اخلاقی جرم کا مرتکب نہ قرار دیا جائے، وہ ناجائز ہے لیکن جو چیز سراسر جائز ہے، اس میں مطلب براری اور کامیابی کے لئے ایک حد تک اخفا جائز ہے۔ پس بعض باتوں کے متعلق دوستوں کو صرف مجملاً ہدایت سن کر اس پر قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے سکیم کو لازمی قرار نہیں دیا کیونکہ اس کے بعض حصے ایسے ہیں کہ جن کو تفصیلاً بیان نہیں کیا جائے گا اور میں مخلصین سے مطالبہ کروں گا کہ اس اخفاء کے باوجود جو اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر سکتا ہے کرے اور جو نہیں کرنا چاہتا نہ کرے اور اس طرح میں کسی کے لئے ادنیٰ اعتراض کی بھی گنجائش نہیں رہنے دینا چاہتا۔ چاہے ایک شخص بھی اس میں شامل

نہ ہو، میں اللہ تعالیٰ کے سامنے صرف اپنی ذات کا ذمہ دار ہوں۔ میرا کام تبلیغ کرنا، تربیت کرنا، فرائض کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام کو رکھ دینا ہے۔ مجھ پر ذمہ داری صرف میری جان کی ہے میں اس کا ذمہ دار ضرور ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو پہنچا دوں۔ اس صورت قربانی کر سکیں۔ پس ماحول کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ میرے ایک بچہ نے ایک دفعہ ایک جائز امر کی خواہش کی تو میں نے اسے لکھا کر کہ یہ بے شک جائز ہے مگر تم یہ سمجھ لو کہ تم نے خدمت دین کے لئے زندگی وقف کی ہوئی ہے اور تم نے دین کی خدمت کا کام کرنا ہے اور یہ امر تمہارے لئے اتنا بوجھ

کوئی بڑی قربانی نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے لئے ماحول نہ پیدا کیا جائے

میں اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ پس دوسروں کے کام کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ سکیم کامیاب ہوتی ہے یا نہیں۔ میرا کام صرف یہ ہے کہ جب دیکھوں کہ اسلام یا سلسلہ کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے یا وقار کو نقصان پہنچ رہا ہے تو اس کے ازالہ کے لئے قدم اٹھاؤں، قطع نظر اس سے کہ کوئی میرے ساتھ شامل ہوتا ہے یا نہیں۔ تیسری بات جو تمہیدی طور پر میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کوئی بڑی قربانی نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے لئے ماحول نہ پیدا کیا جائے۔ اچھا بیج ایسی جگہ جہاں وہ اگ نہیں سکتا یا ایسے موسم میں جب وہ پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور اسے اگانے کی کوشش کے نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت ضائع جائے گی کیونکہ اس زمین میں یا اس موسم میں یا ان حالات میں وہ اگ ہی نہیں سکتا۔ پس کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ماحول ٹھیک ہو اور گردو پیش کے حالات موافق ہوں اگر گردو پیش کے حالات موافق نہ ہوں تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت لوگ نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں ان کے اندر نیکی کرنے کا مادہ بھی موجود ہوتا ہے اور جذبہ بھی مگر وہ ایسا ماحول نہیں پیدا کر سکتے جس کے ماتحت صحیح

ہو جائے گا کہ تم دین کی خدمت کے رستہ میں اسے نباہ نہیں سکو گے اور یہ تمہارے رستہ میں مشکل پیدا کر دے گا۔ تو میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ نیکیوں سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ ماحول پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جب کہا کہ قربانی کریں گے تو کر لیں گے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔

ماحول کی ایک مثال میں پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کی آمدنی دس روپے ہے وہ پانچ روپے میں گزارہ کرتا ہے اور پانچ روپے کی قربانی کر سکتا ہے لیکن اگر وہ شادی کرے تو دس روپے ہی صرف ہو جائیں گے۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ ایک آدھ روپیہ تو بچا سکے مگر یہ نہیں کہ پانچ کی ہی قربانی کر سکے۔ پس قربانی حالات کے مطابق ہوتی ہے۔ جب قربانی کے لئے چیز ہی پاس نہ ہو تو قربانی کہاں سے دے گا۔ اسلام نے یہ جائز نہیں رکھا کہ انسان شادی نہ کرے یا اولاد پیدا نہ کرے یہ میں نے مثال دی ہے کہ انسان کی جتنی ذمہ داریاں زیادہ ہوں گی، اتنی ہی مالی قربانی وہ کم کر سکے گا۔ پس آپ لوگ کتنے بھی ارادے قربانی کے کریں جب تک ماحول میں تغیر نہ ہو، نہیں پورا نہیں کر سکتے۔ مجھے ہزارہا لوگوں نے لکھا ہے کہ ہم قربانی کے لئے تیار ہیں اور جنہوں نے نہیں

لکھا وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ سکیم شائع ہولے تو ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ مگر میں بتاتا ہوں کہ کوئی قربانی کام نہیں دے سکتی جب تک اس کے لئے ماحول پیدا نہ کیا جائے۔ یہ کہنا آسان ہے کہ ہمارا مال سلسلہ کا ہے مگر جب ہر شخص کو کچھ روپیہ کھانے پر اور کچھ لباس پر اور کچھ مکان کی حفاظت یا کرایہ پر، کچھ علاج پر خرچ کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کے پاس کچھ نہیں بچتا تو اس صورت میں اس کا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ میرا سب مال حاضر ہے۔ اس قسم کی قربانی نہ قربانی پیش کرنے والے کو کوئی نفع دے سکتی ہے اور نہ سلسلہ کو ہی اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سلسلہ اس کے ان الفاظ کو میرا سب مال حاضر ہے کیا کرے جبکہ سارے مال کے معنی صفر کے ہیں۔ جس شخص کی آمد سو روپیہ اور خرچ بھی سو روپیہ ہے، وہ اس قربانی سلسلہ کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک کہ پہلے خرچ کو سو سے نوے پر نہیں لے آتا تب بے شک اس کی قربانی کے معنی دس فیصدی قربانی کے ہوں گے۔ اس قسم کے دعوے کر دینا صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ کہنے والا بے سوچ سمجھے بات کرنے کا عادی ہے۔ وہ پیش تو سب مال کرتا ہے لیکن یہ غور نہیں کرتا کہ اس کے پاس تو مال ہے ہی نہیں۔ ایک شخص کی اگر ایک پیسہ کی بھی جائیداد نہ ہو اور وہ یہ کہے کہ میری ساری جائیداد حاضر ہے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بعض لوگ غلطی سے ایسی بات پیش تو کر دیتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس حد تک قربانی کر سکتے ہیں۔ پس دیکھنے والی بات یہی ہے کہ قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے والے کس حد تک قربانی کر سکتے ہیں یا کس حد تک اپنے حالات تبدیل کر سکتے ہیں۔

غرض جو شخص بغیر حالات کے تغیر کے کہتا ہے کہ میرا سب مال حاضر ہے۔ اگر تو وہ اس بات کو سمجھتے ہوئے کہ میرے پاس تو دینے کو کچھ بھی نہیں، ایسا

دعویٰ کرتا ہے تو وہ منافق بیوقوف ہے۔ لیکن اگر وہ بغیر غور کئے، اخلاص کے جوش میں یہ دعویٰ کردیتا ہے تو وہ مخلص بیوقوف ہے۔ اگر عقلمند ہوتا تو اسے سوچنا چاہئے تھا کہ اس کے مال کا کونسا حصہ ہے جس کی وہ قربانی پیش کرتا ہے۔ جب تک وہ اپنے خرچ کو سو سے کم کرکے پچانوے، نوے، یا ساٹھ ستر پر نہیں لے آتا وہ قربانی کرہی کیا سکتا ہے۔ قربانی تو اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ایسا شخص اپنے اخراجات کو کم کرے اور پھر کہے کہ میں نے اپنے اخراجات میں یہ تغیرات کئے ہیں اور ان سے یہ بچت ہوتی ہے جو آپ لے لیں۔ پس ضروری ہے کہ قربانی کرنے سے پیشتر اس کے لئے ماحول پیدا کیا جائے اس کے بغیر قربانی کا دعویٰ کرنا ایک نادانی کا دعویٰ ہے یا منافقت۔ یادرکھو کہ یہ ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ نہ ہوں۔ مرد اپنی جانوں پر عام طور پر پانچ دس فیصدی خرچ کرتے ہیں سوائے ان عیاش مردوں کے جو عیاشی کرنے کے لئے زیادہ خرچ کرتے ہیں ورنہ کنبہ دار مرد عام طور پر اپنی ذات پر پانچ دس فیصدی سے زیادہ خرچ نہیں کرتے اور باقی نوے پچانوے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے اس لئے بھی کہ ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ ان کے آرام کا مرد زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ پس ان حالات میں مرد جو پہلے ہی پانچ یا دس یا زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس فیصدی اپنے اوپر خرچ کرتے ہیں اور جن کی آمدنی کا اسی نوے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے اگر قربانی کرنا بھی چاہیں تو کیا کر سکتے ہیں جب تک عورتیں اور بچے ساتھ نہ دیں اور جب تک وہ یہ نہیں کہیں کہ ہم ایسا ماحول پیدا کردیتے ہیں کہ مرد قربانی کرسکیں۔ پس تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ قربانی کے لئے پہلے ماحول پیدا کیا جائے اور اس کیلئے ہمیں اپنے بیوی بچوں سے پوچھنا چاہئے کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے یا نہیں۔ اگر وہ ہمارے ساتھ قربانی کے لئے تیار نہیں ہیں تو قربانی کی گنجائش بہت کم ہے۔ مالی قربانی کی طرح جانی قربانی کا بھی یہی حال ہے۔ جسم کو تکلیف پہنچانا کس طرح ہوسکتا ہے جب تک اس کے لئے عادت نہ ڈالی جائے۔ جو مائیں اپنے بچوں کو وقت پر نہیں جگاتیں، وقت پر پڑھنے کے لئے نہیں بھیجتیں، ان کے کھانے پینے میں ایسی احتیاط نہیں کرتیں کہ وہ آرام طلب اور عیاش نہ ہوجائیں، وہ قربانی کیا کرسکتے ہیں۔ عادتیں جو بچپن میں پیدا ہوجائیں وہ نہیں چھوٹتیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بہت بڑے ایمان سے دب جاتی ہیں مگر جب ایمان میں ذرا بھی کمی آئے پھر عود کر آتی ہیں۔ پس جانی قربانی بھی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ متحد نہ ہوں۔ جب تک مائیں متحد نہیں ہوں گی تو وہ روز ایسے کام کریں گی جن سے بچوں میں سستی اور غفلت پیدا ہو۔ پس جب تک مناسب ماحول پیدا نہ ہو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ہماری مالی قربانی سوائے کمزوروں کے موجودہ ماحول کے لحاظ سے انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور جب تک ماحول تبدیل نہ ہو اور بیوی بچوں کو ساتھ شامل نہ کیا جائے اس وقت تک مزید قربانیوں کا دعویٰ پورا نہیں ہوسکتا۔ موجود حالات کے لحاظ سے اگر کوئی زیادہ سے زیادہ قربانی کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مقروض ہوجائے گا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا اثر اس کی جائیداد پر پڑے گا اور اس طرح جتنی قربانی وہ پہلے کرتا تھا وہ بھی کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ ایسی قربانی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی ایک ہاتھ والا انسان ایک طرف سے ہاتھ کاٹ کر دوسری طرف لگانا چاہے۔ دوسری طرف ہاتھ تو کیا لے گا دوسرا ہاتھ بھی وہ کھو بیٹھے گا۔ پس اگر ماحول کے بغیر قربانی کی جائے تو قربانی کرنے والا یقیناً مقروض ہوجائے گا اور اس کی جائیداد پر اثر پڑ کر اور کم ہوجائے گی اور اس طرح یہ قربانی سلسلہ کے لئے مفید ہونے کی بجائے مضر ہوگی۔ مزید قربانیوں کے لئے ماحول پیدا کرنے کے واسطے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا روپیہ خرچ کہاں ہوتا ہے۔ جو پیسہ ہم خرچ کرتے ہیں، اس میں سے ایک حصہ جائیداد کی حفاظت کے لئے بھی صرف ہوتا ہے، تجارت اور زمینداری کی مضبوطی کے لئے بھی ہوتا ہے، صدقات اور چندوں پر بھی خرچ ہوتا ہے اور یہ سب خرچ مال کم کرنے کا نہیں بلکہ بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ پس ان اخراجات کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا باقی آمد کن کن مدات میں خرچ کرتی ہے تو اس کی موٹی موٹی آٹھ مدات معلوم ہوتی ہیں۔

اول غذاء ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے ہر شخص کھانا کھانے پر مجبور ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی ایسا کیا ہے اور کھانے پینے کا حکم دیا ہے۔ جو شخص نہ کھائے گا وہ سلسلہ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ مرجائے گا اس لئے یہ خرچ بہرحال قائم رہنا ہے۔

دوسرے لباس کا خرچ ہے۔ اس کے متعلق بھی خداتعالیٰ کا حکم ہے کہ لباس پہنو اور ننگے نہ رہو۔

تیسرے عورتوں کے زیورات پر خرچ ہوتا ہے یہ ضروری نہیں مگر ساری دنیا میں ہورہا ہے۔

چوتھے بیماریوں کے علاج وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے اور یہ بھی قریباً ہر شخص کو کرنا پڑتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جو کبھی بیمار نہ ہوا ہو ورنہ ہر شخص بیمار بھی ہوتا ہے اور ڈاکٹروں کی فیسوں اور دوائیوں وغیرہ کا خرچ کرنا پڑتا ہے۔

پانچویں آج کل بڑا خرچ تماشوں وغیرہ پر ہوتا ہے اور یہ خرچ شہروں وغیرہ میں خصوصیت سے زیادہ ہوتا ہے۔ طالب علم ہفتہ میں ایک دوبار ضرور سینما دیکھتے ہیں اور ایک کافی تعداد ان کی دو روپیہ

ماہوار کے قریب اس پر ضرور خرچ کر دیتی ہے حالانکہ چندہ آٹھ آنے ماہوار بھی نہیں دے سکتے۔ تھیٹر، سرکس اور دوسرے تماشے وغیرہ اتنے ہیں کہ ان کا گننا بھی مشکل ہے۔ پھر بعض دفعہ کرکٹ اور فٹبال وغیرہ کے میچ ہوتے ہیں ان پر بھی ٹکٹ ہوتا ہے پھر گھوڑ دوڑیں ہیں۔ ہمارے ملک میں گو اس کا رواج کم ہے مگر پھر بھی یہ ایک خرچ ہے۔ غرض تماشوں کا خرچ بھی آج کل کافی ہو جاتا ہے۔ لاہور میں سترہ اٹھارہ سینما ہیں۔ روزانہ دو کھیل ہوتے ہیں اور اس طرح 35-36 سمجھو۔ اگر فی شو دو سو آدمی بھی سمجھا جائے گو اس سے زیادہ ہوتے ہیں تب بھی سات ہزار نے روزانہ تماشا دیکھا اور ٹکٹ کی قیمت اگر ایک روپیہ بھی اوسط رکھ لی جائے تو گویا سات ہزار روپیہ روزانہ سینما پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ اندازہ میرے نزدیک بہت کم کر کے لگایا گیا ہے مگر اس کے مطابق بھی سوا دو لاکھ روپیہ ماہوار اور پچیس لاکھ روپیہ سالانہ سینما پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرے تماشے وغیرہ بھی شامل کر لئے جائیں تو ان اخراجات کا اندازہ پچاس لاکھ بھی کم ہے۔ یہ رقم صرف لاہور کی ہے اور پنجاب بھر میں ڈیڑھ دو کروڑ روپیہ سے کم خرچ نہ بنے گا۔ اگر دیہات کی کھیلیں بھی شامل کر لی جائیں تو چونکہ دیہاتی آبادی زیادہ ہوتی ہے پنجاب میں یہ خرچ تین کروڑ کے قریب پہنچ جاتا ہے اور یورپ میں تو یہ خرچ بہت ہی زیادہ ہے۔ انگلستان کی آبادی چار کروڑ ہے مگر اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک سال میں وہاں سینما پر چار کروڑ پاؤنڈ خرچ ہوا۔ اگر اس کے ساتھ دوسرے تماشوں اور گھوڑ دوڑوں وغیرہ کو شامل کر لیا جائے تو خرچ اس سے دوگنے سے کم نہ ہو گا۔ گویا اندازہ ایک ارب بیس کروڑ روپیہ۔ یا تیس روپیہ فی کس سالانہ یا اڑھائی روپیہ فی کس ماہوار اور ہمارے ملک میں اوسط تین پیسے فی کس روزانہ آمد ہے۔ یعنی ڈیڑھ روپیہ فی کس ماہوار۔ جس میں سے تمام اخراجات پورے کرنے ہوتے ہیں۔ مگر انگلستان میں اڑھائی روپیہ فی کس ہر مہینہ میں تماشوں پر خرچ ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کتنا بڑا خرچ ہے اور یہ آمدنی پر بہت بڑا بوجھ ہے۔

چھٹا خرچ شادی بیاہ کا ہے۔ اس میں بھی بڑا خرچ ہوتا ہے۔ یہاں قادیان میں میں نے دیکھا ہے کہ ولیمہ کا مرض بہت ترقی کرتا جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی ولیمہ کی دعوتیں ہوتی تھیں مگر بہت محدود۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بڑے سے بڑا ولیمہ بھی اتنا نہیں ہوا ہو گا جتنے ہمارے ہاں چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور وہ اس میں شاید میری نقل کرتے ہیں حالانکہ میرے تعلقات ساری جماعت کے ساتھ باپ بیٹے کے سے ہیں اور ایسے موقع پر ہر خاندان کے ساتھ مجھے محبت کا تعلق ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ لوگوں کو بلا لینے کے باوجود بھی مجھ پر شکوہ ہوتا ہے کہ ہمیں نہیں بلایا گیا۔ اور اب تو مجھے بھی یہ تعداد تھوڑی کرنی پڑے گی۔ پس اگر کنچنیوں اور ڈوموں کا مرض گیا ہے تو اس کی جگہ ولیموں نے لے لی ہے حالانکہ ولیمہ پر دس پندرہ دوستوں کو بلا لینا کافی ہوتا ہے۔ یا جیسا کہ سنت ہے ایک بکرا ذبح کیا شوربا پکایا اور خاندان کے لوگوں میں بانٹ دیا۔ پھر میں نے دیکھا ہے کہ اب تک یہ مرض بھی چلا جا رہا ہے کہ لڑکی والے یہ پوچھتے ہیں، زیور کیا دو گے اور ایسا کہتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔ کوئی شخص اپنی طرف سے جس قدر چاہے دے۔ لیکن لڑکی والوں کی طرف سے ایسی بات کا کہا جانا لڑکی کو فروخت کرنے کے مترادف ہے۔ پھر مہر بھی حد سے زیادہ مقرر کئے جاتے ہیں۔ ہمارے گھروں میں عام طور پر ایک ہزار روپیہ مہر ہوتا ہے بعض زیادہ بھی۔ زیادہ ان حالتوں میں ہیں جن میں عورتوں کو شرعی حصہ نہیں مل سکتا وہاں مہر اتنا ہے کہ وہ کمی پوری ہو جائے مگر یہاں میں نے دیکھا ہے کہ معمولی معمولی آدمی دس دس اور پانچ پانچ ہزار مہر مقرر کرتے ہیں حالانکہ ان کی جائیدادیں اور آمدنیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ باہر سے ایک دوست نے مجھے خط لکھا کہ قادیان کے ایک آدمی نے مجھے کہا ہے کہ آپ کے گھروں میں دس پندرہ ہزار مہر مقرر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ بہر حال مہر حیثیت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

ساتواں خرچ آرائش و زیبائش مکانات پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود سادہ ہی رہنا چاہے تو بھی دوسروں کے لئے اس کو ایسا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ میں خود زمین پر بیٹھنے کا عادی ہوں اور زمین پر بیٹھ کر ہی کام کرتا ہوں سوائے اس کے کہ جلدی میں کوئی خط لکھنا ہو۔ پیڈ میز پر پڑا ہو اور وہیں بیٹھ کر لکھ دوں۔ وگرنہ عام طور پر میں زمین پر بیٹھتا ہوں مگر مجھے کاؤچ وغیرہ بھی رکھنے پڑتے ہیں کیونکہ میرے پاس انگریز بھی آ جاتے ہیں اور ایسے ہندوستانی بھی جو کوٹ پتلون پہنتے ہیں تو یہ بھی ایک خرچ ہے جو پہلے نہیں تھا اور اس پر بھی کافی رقم صرف ہو جاتی ہے۔

آٹھواں خرچ تعلیم کا ہے۔ تعلیم بہت گراں ہو گئی ہے۔ پہلے زمانہ میں مدارس کچھ نہیں لیتے تھے وہ مفت پڑھاتے تھے اور آسودہ حال لوگ ان کی خدمت کر دیتے تھے۔ کتابیں بھی مدرسہ کی ہوتی تھیں جو طالب علم تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دوسروں کے لئے وہیں چھوڑ آتے تھے۔ طالب علموں کے کھانے پینے کا خرچ عام طور پر شہر والے برداشت کر لیتے تھے اور بہت ہی کم ایسے طالب علم ہوتے تھے جنہیں اپنا انتظام کرنا پڑتا۔ رہائش کے لئے مساجد کے ساتھ کوٹھڑیاں وغیرہ بنی ہوتی تھیں۔ مگر آج کل تعلیم بہت گراں ہے، کالج میں لڑکا جاتا ہے تو چالیس سے لے

کرڈیڑھ سو تک ماہوار اس پر خرچ کرنا پڑتا ہے، بعض کالجوں کے خرچ زیادہ ہوتے ہیں، پھر بعض زیادہ تعلیموں پر زیادہ خرچ آتا ہے۔ مثلاً میڈیکل اور سائنس کی تعلیم پر بہت خرچ ہوتا ہے۔ بعض کالجوں کی فیسیں زیادہ ہوتی ہیں اور اس طرح چالیس سے لے کر ڈیڑھ سو تک خرچ ہوتا ہے۔ یہ ہندوستان کے عام کالجوں کے حالات ہیں۔ بعض کالجوں کے اور بھی زیادہ خرچ ہوتے ہیں اور یورپ میں تو تین سو سے لے کر پانچ سو روپیہ تک ماہوار خرچ ہوتا ہے لیکن نوکریوں کا یہ حال ہے کہ آخری عمر میں جا کر شاید پانچ سو روپے تنخواہ مل سکے۔ تو تعلیم بھی آج کل بہت گراں ہے۔ ان اخراجات کی موجودگی میں اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارا سب کچھ سلسلہ کے لئے قربان ہے تو اس کا کیا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ جو شخص عملاً کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے اس کا زبانی دعویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ میں نے جب بھی وقف کی تحریک کی ہے تو میں نے دیکھا ہے کہ چند آدمی ضرور اپنے نام پیش کر دیتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ پس ایسی قربانی کا دعویٰ کرنا جسے کرنے والا نہ خود کر سکے اور نہ میں اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکوں وہی بات ہے کہ ''سوگز واروں، ایک گز نہ پھاڑوں'' پس اگر جماعت قربانی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ماحول تیار کرے اور یہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ ملائے بغیر نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ مسجد کے پہلو میں جو جگہ عورتوں کے لئے پہلے ہوتی تھی آج وہ ان کے لئے پھر تیار کر دی جائے تا وہ سن لیں کہ سلسلہ کو قربانیوں کے لئے ان کی امداد کی کس قدر ضرورت ہے۔ اگر قربانیاں نہ کر سکنے کی وجہ سے سلسلہ کی ترقی میں روک پیدا ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری عورتوں پر ہے۔ بیسیوں مرد ایسے ہیں جن میں سے میں بھی ایک ہوں کہ عورتوں اور بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے بعد جیب بالکل خالی ہو جاتی ہے اور حالت ''گرز رے طلبی سخن دریں است'' کی مصداق ہو جاتی ہے وہ اگر قربانی کا ارادہ بھی کریں تو کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے پاس ہوتا ہی کچھ نہیں۔ عام طور پر زیادہ خرچ عورتوں اور بچوں کا ہی ہے۔ سوائے کسی ایک بخیل کے جوان کو بھوکا رکھتا ہو یا ان کو آرام پہنچانے کا خیال نہیں رکھتا اور ایسے شخص سے ہم کیا امید رکھ سکتے ہیں۔

پس ہم قربانی کے لئے اس بات کے سخت محتاج ہیں کہ عورتیں ہمارا ساتھ دیں ورنہ ہماری قربانی لفظی قربانی رہ جائے گی اس لئے میں عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ قربانیوں کی طرف توجہ کریں اور ان امور میں جو میں آگے بیان کروں گا مردوں کا ہاتھ بٹائیں۔ ان کے تعاون کے بغیر جو شخص قربانی کرنا چاہے گا وہ زبردستی ان کے اخراجات کو کم کرے گا اور اس طرح ایک تو وہ ثواب سے محروم رہ جائیں گی اور دوسرے گھر میں فساد رہے گا۔ ہماری مستورات کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان سے پہلے ایسی مستورات گزری ہیں جنہوں نے ایسی ایسی قربانیاں کیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ ہی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بہت صدقات کرتی تھیں اور اس وجہ سے ایک دفعہ ان کے بھانجے سے غلطی ہوئی اور اس نے کہا کہ ہماری خالہ یونہی روپیہ اڑا دیتی ہیں اور وارثوں کا کوئی خیال نہیں رکھتیں حالانکہ ان کے بھی حقوق شریعت نے رکھے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو انکو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے قسم کھائی کہ اس سے کبھی بات نہ کروں گی اور اگر کروں تو مجھ پر غلاموں کا آزاد کرنا فرض ہوگا۔ لوگوں نے اسے ملامت کی کہ تم نے ایسا کیوں کہا ہے، معافی مانگو۔ وہ معافی مانگنے گئے مگر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے اس لئے ہرگز بات نہ کروں گی۔ صحابہ نے یہ کیا کہ کئی آدمی اکٹھے ہو کر حضرت عائشہؓ کے دروازے پر گئے اور ان کے بھانجے کو بھی ساتھ لے گئے اور اس طرح اجازت مانگی کہ کیا ہم اندر آجائیں اور اسے سکھا دیا کہ جا کر اپنی خالہ سے لپٹ جانا۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور کہا آجاؤ۔ وہ اندر داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی وہ بھانجا بھی چلا گیا اور جا کر خالہ سے لپٹ گیا۔ معافی مانگی حضرت عائشہؓ نے معاف کر دیا مگر فرمایا کہ میں نے غلاموں کی آزادی کا وعدہ کیا تھا اور کوئی حد نہ مقرر کی تھی۔ اب مجھے ساری عمر ہی غلام آزاد کرنے پڑیں گے۔ چنانچہ آپ ساری عمر خرید خرید کر غلاموں کو آزاد کرتی رہیں کیونکہ آپ کو ہمیشہ شک رہا کہ شاید میرا عہد پورا ہوا یا نہیں۔ ماں کے لئے سب سے بڑی قربانی بچے کی ہوتی ہیں مگر اس کے لئے بھی ایک عورت کی مثال پیش کرتا ہوں جو پہلے شدید کافرہ تھی۔ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ میں مسلمانوں کو سخت شکست ہوئی وہ اس کا ازالہ کرنے کے لئے پھر جمع ہوئے مگر پھر بھی ایرانی بوجہ کثرت تعداد اور فراوانی اسباب کے غالب ہوتے نظر آرہے تھے۔ ہاتھیوں کے ریلے کا مقابلہ بھی ان سے مشکل ہوتا تھا۔ چنانچہ آخری دن کی جنگ میں بہت سے صحابہ مارے گئے تھے۔ آخر مسلمانوں نے

> **پس اگر جماعت قربانی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ماحول تیار کرے اور یہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ ملائے بغیر نہیں ہو سکتا**

مشورہ کیا کہ اگلے روز آخری اور فیصلہ کن جنگ کی جائے۔

خنساء نام ایک عورت جو بڑی شاعرہ اور ادیب گزری ہے ان کے چار بیٹے تھے انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ میرے بچو! میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں، تمہارا باپ جواری تھا، میں نے چار دفعہ اپنے بھائی سے جائیداد تقسیم کرا کر اسے دی مگر اس نے چاروں دفعہ جوئے میں برباد کر دی گویا نہ صرف یہ کہ اس کی اپنی جائیداد کوئی نہ تھی بلکہ اس نے میرے بھائی کی جائیداد کو بھی لٹا دیا مگر اس کے باوجود اس کی موت کے بعد میں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اور اس کے خاندان کو بٹہ نہیں لگایا اور بڑی محنت سے تمہاری پرورش کی۔ آج اس حق کو یاد کرا کر میں تم سے مطالبہ کرتی ہوں کہ تم یا تو جنگ میں فتح حاصل کر کے آنا اور یا مارے جانا۔ ناکامی کی حالت میں مجھے واپس آ کر منہ نہ دکھانا ورنہ میں اپنا یہ حق تمہیں نہ بخشوں گی۔ اس جنگ کی تفاصیل ایسی ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر مسلمان اپنی جان کو میدان جنگ میں اس طرح پھینک رہا تھا جس طرح کھیل کے میدان میں فٹ بال پھینکا جاتا ہے۔ عین دوپہر کے وقت جب معرکہ ٔ جنگ نہایت شدت سے ہو رہا تھا خنساء آئیں، انہوں نے دیکھا کہ اس معرکہ سے بہادروں کا زندہ واپس آنا مشکل ہے انہوں نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے خدا! میں نے اپنے بچے دین کے لئے قربان کر دیئے ہیں، اب تو ہی ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ جنگ میں فتح ہوگئی اور ان کے بچے زندہ واپس آ گئے۔ اسی طرح ہندہ کی مثال ہے۔ اس نے اور اس کے خاوند ابوسفیان نے بیس سال تک رسول کریم ﷺ سے جنگ کی اور فتح مکہ پر مسلمان ہوئے۔ رسول کریم ﷺ کے ساتھ پہلے وہ اس قدر شدید بغض رکھتی تھی کہ جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد اس نے ان کے ناک اور کان کٹوائے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ احد کی جنگ میں جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تھے اس جنگ میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اس طرح مسلمان شہداء کی لاشیں کفار کے رحم پر تھیں۔ اس وقت ہندہ نے اس وجہ سے کہ حضرت حمزہ نے ایک خاص آدمی کو مارا تھا، ان کی لاش کا مثلہ کروایا۔ تو وہ ایسی خطرناک دشمن تھیں مگر فتح مکہ کے بعد وہ اور ان کے خاوند ابوسفیان بھی ایمان لے آئے اور ان کے لڑکے حضرت معاویہ بھی۔ ایک جنگ کے موقع پر ہرقل کی فوجوں کے ساتھ سخت معرکہ درپیش تھا۔ مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہزار تھی اور دشمن کی دس لاکھ بھی بعض نے لکھی ہے اور تین چار لاکھ تو مسیحی مؤرخین نے بھی بیان کی ہے گویا ان کی تعداد مسلمانوں سے پانچ چھ گنا تھی۔ ایک دفعہ دشمن کی طرف سے ایسا سخت ریلہ ہوا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ہندہ نے، جو اپنے خیمہ میں تھیں، جب غبار اڑتے دیکھا تو کسی سے پوچھا کہ یہ کیسا غبار ہے۔ اس نے بتایا کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی ہے اور وہ پسپا ہو رہے ہیں۔ ہندہ نے عورتوں سے کہا کہ اگر مردوں نے شکست کھائی ہے اور اسلام کے نام کو بٹہ لگایا ہے تو آؤ ہم مقابلہ کریں۔ عورتوں نے ان سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح مقابلہ کر سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں کے گھوڑوں کو ڈنڈے ماریں گی اور کہیں گی کہ تم نے پیٹھ دکھائی ہے تو اب ہم آگے جاتی ہیں۔ اس وقت ابوسفیان اور دوسرے صحابہ واپس آ رہے تھے کیونکہ ریلا بہت سخت تھا انہیں دیکھ کر ہندہ آگے آئیں اور ان کے گھوڑوں کو ڈنڈے مارنے شروع کئے اور ابوسفیان سے کہا کہ تم کفر کی حالت میں بھی اپنی بہادری کی بہت شیخیاں مارا کرتے تھے مگر اب مسلمان ہو کر اس قدر بزدلی دکھا رہے ہو حالانکہ اسلام میں تو شہادت کی موت زندگی ہے۔ اس پر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ واپس چلو، ہندہ کے ڈنڈے دشمن کی تلوار سے زیادہ سخت ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے پھر حملہ کیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو فتح دی۔

تو مسلمان عورتوں کی زندگیوں میں قربانی کے ایسے شاندار نمونے ملتے ہیں جن میں سے بڑھ کر نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح مردوں نے بھی بے شمار قربانیاں کی ہیں۔ احد کی جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ایک زخمی صحابی کا قول کتنا پیارا اور دردناک ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ قربانی کے کیا معنی ہیں۔ جب رسول کریم ﷺ محفوظ ہو گئے اور کفار بھاگ گئے تو مسلمانوں نے لاشوں کا معائنہ کیا کہ دیکھیں کون کون شہید ہوا ہے ایک انصاری اپنے کسی رشتہ دار کی تلاش میں تھے کہ انہوں نے دیکھا۔ ایک صحابی زخمی پڑے ہیں اور ان کی ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں وہ اس کے پاس پہنچے اور کہا بھائی تمہاری حالت خطرناک ہے۔ اپنے متعلقین کو کوئی پیغام دینا ہو تو دے دو۔ انہوں نے کہا ہاں میں منتظر ہی تھا کہ کوئی اس طرف آئے تو میں اسے پیغام دوں میرا رشتہ داروں کو یہ پیغام ہے کہ اے عزیزو! ہم نے جب تک زندہ تھے رسول کریم ﷺ کی جو ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک امانت ہیں، اپنی جانوں سے حفاظت کی۔ اب ہم جاتے ہیں اور یہ امانت تمہارے سپرد ہے تمہارا فرض ہے کہ اپنے مال و جان سے اس کی حفاظت کرو۔ اس کے سوا نہ کسی کو سلام دیا نہ کوئی پیغام بلکہ یہی کہا کہ میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ جس رستہ سے میں آیا ہوں اسی سے تم بھی آؤ۔ تو یہ قربانیاں ہیں جو صحابہ کرام نے کیں۔ مگر ان کے باوجود رسول کریم ﷺ فرماتے

ہیں کہ اے دوستو! ان قربانیوں کو کچھ نہ سمجھو تم سے پہلے کچھ لوگ گزرے ہیں جن کو آروں سے چیرا گیا اور جن کو آگ میں جلایا گیا محض اس وجہ سے کہ وہ خدا پر کیوں ایمان لائے تمہاری قربانیاں ان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اصل بات یہ ہے کہ قربانی کرنا مشکل نہیں ایمان لانا مشکل ہے۔ جس کے دل میں ایمان پیدا ہو جائے اس کے لئے کوئی بھی قربانی مشکل نہیں ہوتی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جن مردوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ عورتوں کی اور جن عورتوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ مردوں کی اور جن بچوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ اپنے ماں باپ کی مدد کریں گے اور آئندہ قربانیوں کے بارہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔

قربانیوں کے لئے نیا ماحول پیدا کرنے کرنے لئے میں جو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں ان میں سے میں پہلے علاج کو لیتا ہوں۔ شریعت کا حکم ہے کہ بیمار کا علاج کرانا چاہئے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہتا کہ علاج کرانا بند کر دیا جائے۔ مگر اس سلسلہ میں ڈاکٹروں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ آج کل ڈاکٹروں میں عام مرض ہے کہ وہ کبھی خیال نہیں کرتے کہ جو دوائی وہ لکھ رہے ہیں، اس کی قیمت اور اس کے فائدہ میں نسبت کیا ہے۔ ایک اشتہار ان کے پاس آتا ہے کہ فلاں دوائی کلیجی کے خون سے تیار کی گئی ہے اور جگر کے لئے بہت مفید ہے اور وہ محض تجربہ کے لئے کسی مریض کو وہ لکھ دیں گے حالانکہ اس کی قیمت دس بارہ روپے ہوگی۔ مجھے خوب یاد ہے آج سے پچیس سال پہلے ڈاکٹری نسخہ کی قیمت دو تین آنہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی اور آج کل جو قیمتی ادویات ڈاکٹر لکھ دیتے ہیں ان کے بغیر ہی مریض صحت یاب ہو جاتے تھے۔

میں نے خود حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے سنا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا علاج پیسہ دھیلا یا دمڑی سے نہ ہو سکتا ہو۔ آپ ایک بزرگ صوفی کا ذکر کرتے تھے جنہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے کہ انسانی بیماریوں کا علاج انسان کے جسم

ہے جو آئے دن پیٹنٹ ہو رہی ہیں بڑی قیمتیں ان کی ہیں حالانکہ وہ چیزیں سستے داموں اپنے ہاں تیار کی جاسکتی ہیں یا پھر ان کی ضرورت ہی نہیں ہے اس طرح سے ملک کا اور ہماری جماعت کا روپیہ بے

> رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اے دوستو! ان قربانیوں کو کچھ نہ سمجھو تم سے پہلے کچھ لوگ گزرے ہیں جن کو آروں سے چیرا گیا اور جن کو آگ میں جلایا گیا محض اس وجہ سے کہ وہ خدا پر کیوں ایمان لائے تمہاری قربانیاں ان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں

کے اندر ہی موجود ہے۔ بعض بیماریوں کا علاج بال ہیں اور بعض کا علاج کان کی میل ہی ہے۔ آنکھ کی بعض بیماریوں میں کان کی میل بہت فائدہ دیتی ہے۔ لیکن آج کل ڈاکٹر مریضوں کا بہت سا روپیہ علاج پر خرچ کراتے ہیں اور ہر گھر میں کوئی نہ کوئی بیمار ضرور ہوتا ہے۔ بعض گھروں میں کئی کئی مریض ہوتے ہیں ڈاکٹر نسخے پر نسخے لکھتے ہیں اور ان پر اس قدر روپیہ خرچ آتا ہے کہ بعض لوگوں نے مجھے بتلایا ہے کہ ان کی آمد چوتھائی حصہ علاج پر صرف ہو جاتا ہے۔ بعض غریب لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہم بیماری کی وجہ سے اتنے سو روپیہ کے مقروض ہو گئے ہیں حالانکہ دس پیسہ میں اس بیماری کا علاج ہو سکتا تھا۔ پس ڈاکٹر اس بات کا عہد کر لیں کہ وہ اپنا سارا زور لگائیں گے کہ روپوں کا کام پیسوں میں ہو اور جب تک وہ نہ سمجھیں کہ بغیر قیمتی دوا کے جان کے نقصان کا احتمال ہے اس وقت تک قیمتی ادویات پر خرچ نہ کروائیں گے۔ مثلاً بعض ٹیکے ایسے ہیں جو بعض بیماریوں میں بہت مفید ہوتے ہیں اور ان کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ میں ان کی ممانعت نہیں کرتا اور وہ مہنگے بھی نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ایسی دوائیوں سے

فائدہ باہر جاتا ہے اور قوم میں قربانی کی روح کم ہوتی ہے۔ یورپ میں یہ روپیہ عیاشیوں میں صرف ہوتا ہے اگر ہماری جماعت کے ڈاکٹر یہ عہد کر لیں کہ علاج میں ایسے غیر ضروری مصارف نہیں ہونے دیں گے اور جماعت کے لوگ یہ کوشش کریں کہ اپنے طبیبوں سے ہی علاج کرائیں گے تو پچاس ہزار روپیہ سالانہ کی بچت ہو سکتی ہے۔ پنجاب میں سرکاری رپورٹ کے مطابق ہماری تعداد 56 ہزار ہے مگر ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے۔ اس وقت بھی جبکہ یہ مردم شماری ہوئی ہم اپنی تعداد ڈیڑھ دو لاکھ سمجھتے تھے اور اب تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ اگر بفرض محال سارے ملک میں اپنی تعداد چار لاکھ بھی سمجھ لیں اور دو آنہ فی کس علاج کی اوسط رکھ لیں پھر اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ دیہات میں عام طور پر لوگ علاج نہیں کراتے اگر اس تعداد کا دسواں بیسواں حصہ بھی لے لیا جائے تو باقاعدہ علاج کرانے والوں کی تعداد بیس ہزار بن جاتی ہے اور جس طرز پر یہ علاج ہوتا ہے اس پر اڑھائی روپیہ سالانہ کی اوسط بھی رکھی جائے تو یہ خرچ پچاس ہزار ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ اوسطاً پچیس روپیہ ماہوار دوائیوں کا خرچ

پڑ جاتا ہے۔ جس نئے طبیب سے مشورہ کیا اس نے دس بیس روپیہ کا نسخہ لکھ دیا۔ اس طرح مختلف نسخہ جات پر قریباً پچیس روپیہ ماہوار خرچ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ان دوائیوں کے جو ہسپتال سے آتی ہیں اور علاوہ ان کے جو میں نے خود منگوا کر اپنے گھر میں گھر کے استعمال کے لئے یا غرباء کے استعمال کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔ تو تماشوں کے خرچ کے طرح علاج کا خرچ بھی اتنا بارگراں ہے کہ یہ بھی ایک تماشا بنا ہوا ہے۔ لیکن اگر ڈاکٹر یہ عہد کر لیں کہ وہ اپنے دماغ پر زور دے کر ایسے نسخے لکھیں گے جو سستے داموں تیار ہو سکیں اور قیمتی پیٹنٹ ادویہ استعمال کرا کے نئی نئی دوائیوں کے تجربوں پر ملک کا روپیہ ضائع نہیں کرائیں گے تو یہ بار بہت حد تک ہلکا ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ سات مدات اور ہیں جن میں سے اول غذا ہے۔ غذا میں کثرت اور تنوع اس قدر پایا جاتا ہے کہ اس پر بہت خرچ ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں میں تو کھانے کا اس قدر مرض ہے کہ جہاں بھی چند مسلمان جمع ہوں وہاں کھانے پینے کا ضرور ذکر ہوگا۔ کوئی کہے گا یار فلاں چیز کھلاؤ۔ کوئی کہے گا یار میں تمہارے ہاں گیا تھا تم نے فلاں چیز نہیں کھلائی۔ ایک غریب دوست نے ایک دفعہ ایک اور بھائی کی دعوت کی اور مجھے بھی اس دعوت میں بلایا۔ اس دعوت میں پلاؤ نہ تھا جو صاحب مدعو تھے انہوں نے ہنس کر کہا کہ میری تو سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ پلاؤ کے بغیر بھی کوئی دعوت ہو سکتی ہے۔

آسودہ حال لوگوں میں تو تنوع بہت ہی زیادہ پایا جاتا ہے اور میرے زیادہ تر مخاطب آسودہ حال لوگ ہی ہیں غرباء کو تو روکھی سوکھی روٹی بمشکل ملتی ہے۔ کھانے کے متعلق دیہاتیوں کی ذہنیت کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ ملکہ معظمہ کیا کھاتی ہوں گی۔ تو دوسرے نے کہا کہ ان کا کیا کہنا ہے۔ گڑ کی بھیلی اٹھائی اور کھالی۔ پس میں یہ باتیں ان لوگوں کے لئے کہہ رہا ہوں اور ان سے ہی قربانی کا مطالبہ کرتا ہوں جو آسودہ حال ہیں اور ایک سے زیادہ کھانے جن کے گھروں میں پکتے ہیں۔ ورنہ غرباء کی قربانی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو چکی ہے۔ وہ کبھی روکھی سوکھی روٹی کھا لیتے ہیں، کبھی شکر یا گڑ سے، کبھی پیاز سے اور کبھی چٹنی سے اس لئے میرے مخاطب وہ نہیں بلکہ وہ ہیں جن کے گھروں میں اچھے اچھے کھانے پکتے ہیں اور جو کثرت سے کھاتے ہیں یا جن کے کھانوں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ مالی یا جانی کسی قسم کی قربانی نہیں کر سکتے جب تک اپنے حالات میں تبدیلی نہ کریں۔ انہیں اگر سفر پر جانا پڑے تو شکایت کرتے ہیں کہ کھانا اچھا نہیں ملتا، دودھ نہیں ملتا، مکھن اور ٹوسٹ نہیں ملتے کیونکہ وہ اچھے اچھے کھانے، کھانے کے عادی ہوتے ہیں اور تکلیف نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح لباس میں بھی زمیندار میرے مخاطب نہیں ان کا لباس پہلے ہی سادہ اور ضرورت کے مطابق ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ضرورت سے کم ہوتا ہے۔ وہ صرف لنگوٹی باندھ لیتے ہیں یا اونچا تہہ بند جس سے بدن کا کچھ حصہ ننگا رہتا ہے۔ اور اس میں اگر کسی اصلاح کی ضرورت ہے تو یہ کہ اسے بڑھایا جائے۔ شہری لباس میں لوگ بہت غلطیاں کرتے ہیں اور غلطی نہ ہو تو بھی ضرورت سے زیادہ لباس پر خرچ کرتے ہیں۔ لباس کی غرض یہ ہے کہ عریانی نہ ہو اور زینت ہو لیکن عام طور پر لباس کے بعض حصے زینت سے نکل کر فخر اور فیشن کی طرف چلے گئے ہیں۔ مدنظر فیشن ہوتا ہے گرمی سردی سے حفاظت یا محض زینت مدنظر نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ ان اغراض کے لئے نہیں بلکہ دکھانے کے لئے کپڑے بناتے ہیں۔ ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی کو یہ دکھائیں کہ تمہارے جیسا کوٹ ہم نے بھی بنا لیا ہے۔

زیور کلیتہً زیبائش کے لئے ہے اس میں بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ شادی بیاہ اور خوشی کے مواقع پر بھی اخراجات میں ایسی اصلاح ہو سکتی ہے کہ نئے ماحول کے ماتحت اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ تعلیم کے متعلق میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا سودا ہے کہ جس سے بہر حال قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مدرسوں کی فیسیں کالجوں اور بورڈنگوں کی فیسیں اور اوزاروں یا آلات کی قیمت بہر حال خرچ کرنی پڑتی ہے اور اس میں کوئی نقصان نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص زمین خرید لے۔ ہاں طالب علموں کے کھانوں اور لباسوں میں اخراجات کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ان باتوں کے بیان کرنے میں ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر میں خالی نصیحت کروں تو ہر کوئی یہی کہے گا کہ بہت اچھا۔ مگر عمل بہت کم لوگ کر سکیں گے اور اگر ضروری قرار دے دوں تو اس کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ ایسی باتوں کو مستقل طور پر تمدن میں داخل کر دیا جائے۔ بعض صوفیاء نے خاص حالات کے ماتحت بعض شرطیں لگا دیں مثلاً یہ کہ کفنی پہن لو اور زیبائش کو ترک کر دو۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں فتوحات بھی ہوئیں بادشاہتیں بھی مل گئیں مگر وہ کفنی نہ گئی۔ اسی طرح بعض نے خاص حالات کے ماتحت اچھے کھانے، کھانے کی ممانعت کی مگر زمانے بدل گئے حالات میں تبدیلیاں ہو گئیں لیکن اس مین تبدیلی نہ ہوئی اور اب تک ایسے لوگ ہیں کہ پلاؤ کھانے لگیں تو اس میں مٹی ڈال لیں گے۔ تو ایک طرف مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی بدعت نہ پیدا ہو جائے اور دوسری طرف صراحتاً نظر آتا ہے کہ اس کے بغیر ہم ایسی قربانیاں نہیں کر سکتے جو سلسلہ کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ کھانے پینے اور رہائش کے لئے اسلام نے تین اصول مقرر کئے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ اَمَّا بِنِعْمَةِ

رَبِّکَ فَحَدِّثْ یعنی جوں جوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ملے اسے ظاہر کیا جائے۔ خدا تعالیٰ اگر مال دیتا ہے تو جسم کے لباس سے اسے ظاہر کرے اور تحدیث نعمت کرے اس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرے۔ دوسری تیسری ہدایت یہ دی کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنی کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ یعنی جب معلوم ہو کہ کھانا پینا حد سے آگے بڑھ گیا ہے تو چھوڑ دو۔ یا یہ کہ جب زمانہ زیادہ قربانی کا مطالبہ کرے تو اس وقت فوراً اپنے خرچ میں کمی کر دو۔ اسراف بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک شخص کی آمد ایک ہزار یا دو تین ہزار روپے ماہوار ہے اس کے گھر میں اگر چار کھانے پکتے ہوں یا پندرہ بیس روپے گز کا کپڑا وہ پہنتا ہے یا آٹھ دس سوٹ تیار کرا لیتا ہے تو اس کے مالی حالات کے مطابق اسے ہم اسراف نہیں کہہ سکتے لیکن اگر اس کے بیوی بچے بیمار ہو جائیں اور وہ ایسے ڈاکٹروں سے علاج کرائے جو قیمتی ادویات استعمال کرائیں اور اس طرح ہزار میں سے نو سو روپیہ اس کا دوائیوں پر خرچ ہو جائے لیکن کھانے اور پہننے میں پھر بھی وہ کوئی تبدیلی نہ کرے تو یہ اسراف ہوگا۔ پس اصل یہ ہے کہ جب کوئی زمانہ ایسا آئے کہ مقابل پر دوسری ضروریات بڑھ جائیں تو اس وقت پہلی جائز چیزیں بھی اسراف میں داخل ہو جائیں گی۔ اسلام ہر وقت ایک قسم کی قربانی کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ ایک خاص جنگ کے وقت اپنا سارا اور حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال نہ پیش کرتے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بیسیوں جنگیں ہوئیں مگر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا اور حضرت عمرؓ نے آدھا مال نہیں دیا۔ ایک جنگ کے موقع پر حضرت عمرؓ کو یہ خیال آیا کہ آج زیادہ قربانی کا موقع ہے میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا اور اس خیال سے اپنا آدھا مال لے کر گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل حضرت ابوبکرؓ نے آدھا مال بھی کبھی نہیں دیا تھا ورنہ حضرت عمرؓ کو یہ خیال کس طرح ہو سکتا تھا کہ اپنا آدھا مال دے کر حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا لیکن حضرت ابوبکرؓ اس موقع کی نزاکت کو دیکھ کر اپنا سارا مال دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ چنانچہ جب وہ اپنا سارا مال لے کر گئے تو رسول کریم ﷺ جو آپ کے داماد تھے اور ان کے گھر کی حالت سے واقف تھے اسے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ آپ نے اپنے گھر میں کیا چھوڑا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کا نام۔ اسی وقت حضرت عمرؓ بڑے فخر سے آدھا مال لے کر آ رہے تھے مگر جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کا

لوگ چاہتے ہیں کہ امیر اور غریب ہمیشہ ایک ہی سطح پر رہیں۔ وہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں سب ایک سطح پر نہیں تھے۔ جنگ تبوک کے موقع پر ابو موسیٰ اشعری رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! ہمارے لئے سواری کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس سواری نہیں ہے۔ انہوں نے پھر کہا مگر آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ میرے پاس نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کے پاس اپنے لئے سواری تھی۔ اور آپ تبوک کی طرف سواری پر ہی گئے تھے اسی طرح بعض صحابہ اچھے کھانے کھاتے تھے اور بعض کو کئی کئی فاقے ہوتے تھے تو سب کو ہمیشہ

> **اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ ہمیشہ ہی اچھا کھانا نہ کھایا جائے یا اچھے کپڑے نہ پہنے جائیں بلکہ اصول یہ ہے کہ جب امام آواز دے اس وقت اس کی آواز کے مطابق قربانی کی جائے۔ اس وقت جو شخص اس قربانی کے لئے ماحول پیدا نہیں کرتا، وہ اسراف کرتا ہے اور قابل مؤاخذہ ہے**

یہ جواب سنا اور سمجھ لیا کہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پس ہر زمانہ کے لئے قربانی الگ الگ ہوتی ہے۔ بعض لوگ نادانی سے یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ جماعت میں امراء اچھا کھانا کھاتے اور اچھا لباس پہنتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ ہمیشہ ہی اچھا کھانا نہ کھایا جائے یا اچھے کپڑے نہ پہنے جائیں بلکہ اصول یہ ہے کہ جب امام آواز دے اس وقت اس کی آواز کے مطابق قربانی کی جائے۔ اس وقت جو شخص اس قربانی کے لئے ماحول پیدا نہیں کرتا، وہ اسراف کرتا ہے اور قابل مؤاخذہ ہے۔ پس ایک اسراف عام حالات کے ماتحت ہے اور ایک خاص حالات کے ماتحت۔ جو برابر نہیں کیا جا سکتا۔ قربانی کے اوقات میں امام جو ہدایت کرے اس کے مطابق عمل کرنا ہر ایک کا فرض ہوتا ہے۔ جیسے اب ہم کہتے ہیں کہ غرباء یہ قربانی نہیں کر سکتے آسودہ حال لوگ کریں تو ان پر اس کی تعمیل فرض ہوگئی۔ اب جو یہ قربانی نہیں کرتا اور وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مستوجب سزا ہے اور اس وقت میں جو مطالبہ کر رہا ہوں وہ اسی اصل کے ماتحت ہے۔ اسی طرح جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دین کے بارہ میں امراء کو سادگی کی تعلیم بھی نہ دی جائے وہ بھی غلطی پر ہیں۔ بے شک روپیہ امراء کا اپنا ہے لیکن اسلام کے امراء اور دوسرے امراء میں ضرور فرق چاہئے۔ مثلاً اسلام کے امراء کو غرباء کے لئے خرچ کرنا چاہئے اور

اسلام کے لئے بھی۔ پس اس جنگ میں میرے مخاطب آسودہ حال لوگ ہوں گے اور انہیں اپنے حق چھوڑنے پڑیں گے۔ جنگ کی حالت میں خدا تعالیٰ بھی اپنے حق چھوڑ دیتا ہے۔ جنگ کی حالت ہو تو حکم ہے کہ آدھے لوگ ایک رکعت نماز پڑھ لیں اور

کے ماتحت جب قربانی کے لئے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا کر دیں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ غرباء کا ان پر جو یہ اعتراض تھا کہ وہ عیاشی کے ماتحت کھاتے پیتے اور پہنتے تھے، وہ غلط تھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کھاتے پیتے تھے

اس جنگ میں میرے مخاطب آسودہ حال لوگ ہوں گے اور انہیں اپنے حق چھوڑنے پڑیں گے۔ جنگ کی حالت میں خدا تعالیٰ بھی اپنے حق چھوڑ دیتا ہے

آدھے حفاظت کے لئے کھڑے رہیں۔ ان کے بعد ان کی جگہ دوسرے آجائیں۔ گویا صرف ایک رکعت نماز کر دی۔ پھر بعض حالتوں میں قصر یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور خطرے کی حالت میں گھوڑے کی پیٹھ پر اشارے سے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ خطرے کے حالات میں اللہ تعالیٰ بھی اپنا حق چھوڑ دیتا ہے۔ پھر بندوں کو کیا حق حاصل ہے کہ خطرہ کی حالت میں اپنا حق چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں۔

پس اصول یہ ہیں کہ (1) ہر حالت میں غریب اور امیر کو ایک سطح پر لانے کی کوشش کرو۔ اس سے نظام انسانیت بدل جاتا ہے۔ (2) آسودہ حال لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اموال کا ایک حصہ غرباء کے لئے اور ایک حصہ دین کے لئے وقف کریں۔ گو ہماری جماعت میں لکھ پتی اور کروڑ پتی لوگ نہیں مگر جو لوگ کھاتے پیتے ہیں وہ ہمارے معیار زندگی کے مطابق آسودہ حال ہیں۔ چونکہ اس وقت ہمارا سلسلہ خاص حالات میں سے گزر رہا ہے اس لئے جو لوگ عام حالات میں آسودگی سے رہتے ہیں وہ اس امر کا ثبوت دیں کہ پہلے وہ اگر کھاتے پیتے تھے تو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم

جب اس کا حکم اس کے خلیفہ کے ذریعہ سے اپنی حالت بدلنے کے متعلق ملا تو انہوں نے اپنی حالت کو بدل دیا۔

اس اصل کے بیان کرنے کے بعد اب میں

پہلا مطالبہ

کرتا ہوں اور تین سال کے لئے جماعت کے مخلصوں کو بلاتا ہوں کہ جو ان شرائط پر عمل کر سکتے ہوں اور جو سمجھتے ہوں کہ وہ ان شرائط کے ماتحت آسکتے ہیں وہ کھانے پینے، پہننے، رہائش اور زیبائش میں ایسا تغیر کریں کہ قربانی کے لئے آسانی سے تیار ہو سکیں اور اس کیلئے میں بعض باتیں پیش کرتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کھانے میں سادگی پیدا کی جائے اس کیلئے ایک اصل ہمیں شریعت سے ملتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کا زمانہ خوف و خطرات کا زمانہ تھا اس وقت جو آپ نے مسلمانوں کو احکام دیئے تھے، ہم ان سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کا اپنا طریق بھی یہ تھا اور ہدایت بھی آپ نے یہ کر رکھی تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے اور اس پر اتنا زور دیتے تھے کہ بعض صحابہ نے اس میں غلو سے کر لیا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے سرکہ اور نمک رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو کھانے کیوں

رکھے گئے ہیں جبکہ رسول کریم ﷺ نے صرف ایک کھانے کا حکم دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ دو نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک سالن ہوتا ہے مگر آپ نے کہا نہیں یہ دو ہیں۔ اگرچہ آپ کا یہ فعل رسول کریم ﷺ کی محبت کے جذبہ کی وجہ سے غلو کا پہلو رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً رسول کریم ﷺ کا یہ منشاء نہ تھا لیکن اس مثال سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ آپ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کو سادگی کی ضرورت ہے، اس کی کس قدر تاکید کی تھی۔ میں حضرت عمرؓ والا مطالبہ تو نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ نمک ایک سالن ہے اور سرکہ دوسرا۔ مگر یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آج سے تین سال کیلئے جس کے دوران میں ایک ایک سال کے بعد دوبارہ اعلان کرتا رہوں گا تاکہ اگر ان تین سالوں میں حالت خوف بدل جائے تو احکام بھی بدلے جا سکیں۔ ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ روٹی کے ساتھ دو سالنوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہوگی۔ معمولی گزارہ والے گھروں میں بھی عورتیں تھوڑی تھوڑی مقدار میں ایک سے زیادہ چیزیں چسکا کے طور پر تیار کر لیتی ہیں اس عہد میں آنے والے لوگوں کیلئے اس کی بھی اجازت نہیں ہوگی سوائے اس صورت کے کہ کوئی دعوت ہو یا مہمان گھر پر آئے اس کے احترام کیلئے اگر ایک سے زائد کھانے تیار کئے جائیں تو یہ جائز ہوگا۔ مگر مہمان کا قیام لمبا ہو تو اس صورت میں اہل خانہ خود ایک ہی کھانے پر کفایت کرنے کی کوشش کرے یا سوائے اس کے کہ اس شخص کی کہیں دعوت ہو اور صاحب خانہ ایک سے زیادہ کھانوں پر اصرار کرے۔ یا سوائے اس کے کہ اس کے گھر کوئی چیز تحفہ آجائے یا مثلاً ایک وقت کا کھانا تھوڑی مقدار میں بچ کر دوسرے وقت کے کھانے کے ساتھ استعمال کر لیا

جائے۔ یہ قربانی ایسی نہیں کہ اس سے کسی کی خواہ کتنا ہی مالدار ہو ذلت ہوتی ہو یا کسی کی صحت کو نقصان پہنچے لیکن اس قاعدہ پر عمل کر کے آسودہ حال لوگوں کے گھروں میں اچھی خاصی بچت ہوسکتی ہے۔ ہاں ایک اجازت میں دیتا ہوں بعض لوگ عادی ہوتے ہیں کہ کھانے کے بعد میٹھا ضرور کھائیں بلکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اگر میٹھا نہ کھائیں تو نفخ ہو جاتا ہے۔ ہمارے گھر میں تو یہ عادت نہیں مگر میں نے بعض لوگوں کو یہ شکایت کرتے سنا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے اجازت ہے کہ ایک سالن کے ساتھ ایک میٹھا بھی تیار کرلیں۔ مگر ایسے لوگ شاذ ہوتے ہیں شاید ہزار میں ایک۔ انگریزوں میں تو اس کا رواج ہی ہے مگر ہندوستان میں عام طور پر نہیں۔ اسی طرح جو لوگ کبھی کبھار کھانے کے ساتھ کوئی میٹھی چیز تیار کرلیں، ان کیلئے بھی جائز ہوگا۔ مگر میٹھی شئے بھی ایک ہی ہو نیز اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ یعنی یہ میٹھے کی خلافِ عادت بھرمار نہ کی جائے۔ مہمان بھی اگر جماعت کا ہو تو اسے بھی چاہئے کہ میزبان کو مجبور نہ کرے کہ ایک سے زیادہ سالن اس کے ساتھ مل کر کھائے۔ ہر احمدی اس بات کا پابند نہیں بلکہ اس کی پابندی صرف ان لوگوں کے لئے ہوگی جو اپنے نام مجھے بتادیں اور ان سے میں امید رکھوں گا کہ اس کی پابندی کریں۔

(بعض لوگوں نے ناشتہ کے متعلق بعد از خطبہ سوال کیا ہے۔ سو اس کا جواب بھی اس جگہ درج کر دیتا ہوں۔ چونکہ چائے پینے کی شئے ہے اسے کھانے میں شمار نہ کیا جائے گا۔ ہاں اس کے ساتھ جو چیز کھائی جائے اس کیلئے ضروری ہوگا کہ ایک ہی ہو۔ یعنی روٹی اور کوئی سالن یا بھجیا وغیرہ) لباس کے متعلق میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں آئی۔ ہاں بعض عام ہدایات میں دیتا ہوں مثلاً یہ کہ جن لوگوں کے پاس کافی کپڑے ہوں وہ ان کے خراب ہوجانے تک اور کپڑے نہ بنوائیں۔ مثلاً اگر دس جوڑے بنواتے ہیں تو آٹھ یا چھ یا پانچ پر گزارہ کرلیں۔ جو عورتیں اس میں شامل ہوں وہ اپنے اوپر ایسی ہی پابندی کرلیں۔ مردوں اور عورتوں کو اس کے متعلق تفصیلات سے مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہاں سب سے ضروری بات عورتوں کیلئے یہ ہوگی کہ محض پسند پر کپڑا نہ خریدیں گی۔ یہاں عورتوں کی دُکانیں مردوں سے زیادہ چلتی ہیں کیونکہ عورتیں صرف پسند پر ضرورت کے بغیر بھی کپڑا خرید لیتی ہیں۔ پس عورتیں یہ معاہدہ کریں کہ صرف پسند ہونے کی وجہ سے کوئی کپڑا نہ خریدیں گی بلکہ جب ضرورت ہو کپڑا لیں گی۔ اس عادت کو ترک کریں گی کہ جب پھیری والے کی آواز سنی کپڑا دیکھنے کو منگوا لیا اور نہ یہ کہ گئے تو ایک دوپٹہ کا کپڑا

پہلے جو چیزیں موجود ہیں، ان کو بھی ضائع کرنے یا جلانے کا حکم ہے بلکہ یہ مطالبات اس لئے ہیں کہ ہمیں دین کیلئے قربانی کی ضرورت ہے۔ پس پچھلا اگر موجود ہو اسے استعمال کیا جاسکتا ہے مگر آئندہ سے خریدنا بند کردیں۔

تیسری شرط اس مد میں یہ ہے کہ جو عورتیں اس عہد میں اپنے آپ کو شامل کرنا چاہیں وہ کوئی نیا زیور نہیں بنوائیں گی اور جو مرد اس میں شامل ہوں گے وہ بھی عہد کریں کہ عورتوں کو نیا زیور بنوا کر نہیں دیں گے، پرانے زیور کو تڑوا کر بنوانے کی بھی ممانعت ہے۔ عورتیں پرانے زیوروں کو تڑوا کر بھی نئے بنانے کی عادی ہوتی ہیں اور اس میں بھی روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ اور جب ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ کیوں

> **ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہے اس کیلئے سینما یا کوئی اور تماشہ دیکھنا یا کسی کو دکھانا ناجائز ہے**

خریدنے لیکن ایک پاجامہ کا کپڑا پسند آ گیا اور وہ بھی ساتھ خرید لیا۔ عورتوں میں یہ مرض بہت ہے کہ وہ ضرورت پر نہیں بلکہ کپڑا پسند آجانے پر کپڑا خرید لیتی ہیں۔ یہ عادت اسراف میں بہت مد ہے۔ مرد جو فیشن کی پابندی کرتے ہیں وہ بھی ایسا نہیں کرتے کہ دُکانوں پر جا کر دیکھتے پھریں اور جو کپڑا پسند آئے وہ خرید لیں مگر عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ پس جو عورتیں اس تحریک میں شامل ہوں، وہ اس بات کی پابند ہوں گی کہ صرف پسند آجانے پر کوئی کپڑا نہ خریدیں بلکہ ضرورت ہو تو خریدیں۔ دوسری پابندی عورتوں کے لئے یہ ہے کہ اس عرصہ میں گوٹہ، کناری، فیتہ وغیرہ قطعاً نہ خریدیں۔ یہ باتیں میں کانگرس کے نقطہ نگاہ سے نہیں کہتا اس لئے اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ

خواہ مخواہ ضائع کریں۔ خوشی کے دنوں میں ایسی باتوں سے ہم نہیں روکتے لیکن جنگ کے دنوں میں ایک پیسہ کی حفاظت بھی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں ٹوٹے ہوئے زیور کی مرمت جائز ہے اور اسے مرمت کرا کر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن نیا بنانے کی اجازت نہیں۔ علاج کے متعلق میں کہہ چکا ہوں کہ اطباء اور ڈاکٹر سستے نسخے تجویز کیا کریں اس کیلئے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ پانچواں خرچ سینما اور تماشے ہیں۔ ان کے متعلق میں ساری جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ تین سال تک کوئی احمدی کسی سینما، سرکس، تھیٹر وغیرہ غرضیکہ تماشہ میں بالکل نہ جائے۔ آج سے تین سال تک کیلئے میری یہ جماعت کو ہدایت ہے اور ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہے اس کیلئے سینما یا کوئی اور تماشہ

دیکھنا یا کسی کو دکھانا ناجائز ہے۔ مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو سرکاری ملازم ہیں اور ان کو خاص سرکاری تقریبوں پر ایسے تماشوں میں جانا پڑ جائے۔ بعض سرکاری تقریبوں کے موقع پر کوئی کھیل تماشہ بھی جزوِ پروگرام ہوتا ہے ایسے موقع پر اگر جانا لازمی ہو تو جانے کی اجازت ہے۔ جب چھوڑنے میں مشکلات ہوں تو مجبوری ہے لیکن جب نہ دیکھنے میں کوئی حرج نہ ہو تو ایسی جگہ جانے کی جو بدنامی کا موجب ہو، کوئی ضرورت نہیں۔ سینما کے متعلق اب میری یہی رائے ہے کہ یہ سخت نقصان دہ چیز ہے۔ اگرچہ آج سے صرف دو ماہ قبل تک میرا خیال تھا کہ خاص فلمیں دیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اب غور کرنے اور اس کے اثرات کا مطالعہ کرنے کے بعد ملک پر اس کا کیا اثر ہو رہا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ موجودہ فلموں کو دیکھنا ملک اور اس کے اخلاق کیلئے مُہلک ہے اور اس لئے قطعاً ممنوع ہونا چاہئے۔ میں نے تھوڑے ہی دن ہوئے فرانس کے متعلق پڑھا ہے کہ وہاں گورنمنٹ کو فکر پڑگئی ہے کیونکہ کئی گاؤں اس لئے ویران ہو گئے ہیں کہ لوگ سینما کے شوق میں گاؤں چھوڑ کر شہروں میں آکر آباد ہو گئے ہیں۔ اسی طرح کے اور بہت سے حالات ہیں جن پر نظر کر کے میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز دنیا کے تمدن کو برباد کر دے گی مگر میں ہمیشہ کے لئے اس کی ممانعت نہیں کرتا کیونکہ یہ حرمت کی صورت ہو جاتی ہے اور اس کیلئے علماء سے مشورہ کی ضرورت ہے اس لئے فی الحال ضرورت دینی کے لحاظ سے تین سال کیلئے اس کی ممانعت کرتا ہوں اور یہ میرے لئے جائز ہے۔ نمائش وغیرہ کے مواقع پر تجارتی حصے کو دیکھنا جائز ہے۔ کپڑے دیکھو، بیج دیکھو، دوسری چیزوں کو دیکھو اور ان سے اپنے لئے اور اپنے خاندان کیلئے فائدے کی باتیں نکالو۔ مگر تماشے کا حصہ دیکھنا جائز نہیں۔

چھٹا شادی بیاہ کا معاملہ ہے۔ چونکہ یہ جذبات کا سوال ہے اور حالات کا سوال ہے اس لئے میں یہ حد بندی تو نہیں کر سکتا کہ اتنے جوڑے اور اتنے زیور سے زیادہ نہ ہوں۔ ہاں اتنا مدنظر رہے کہ تین سال کے عرصہ میں یہ چیزیں کم دی جائیں جو شخص اپنے لڑکی کو زیادہ دینا چاہے وہ کچھ زیور کپڑا اور باقی نقد کی صورت میں دیدے۔

ساتواں مکانوں کی آرائش و زیبائش کا سوال ہے۔ اس کے متعلق بھی کوئی طریق میرے ذہن میں نہیں آیا۔ ہاں عام حالات میں تبدیلی کے ساتھ اس میں خود بخود تبدیلی ہو سکتی ہے۔ جب غذا اور لباس سادہ ہوگا تو اس میں بھی خود بخود لوگ کمی کرنے لگ جائیں گے۔

پس میں اس عام نصیحت کے ساتھ کہ جو لوگ اس معاہدے میں شامل ہوں وہ آرائش و زیبائش پر خواہ مخواہ روپیہ ضائع نہ کریں، اس بات کو چھوڑتا ہوں۔ بعض عورتیں پرانے کپڑوں سے بڑی بڑی اچھی زیبائش کی چیزیں تیار کر لیتی ہیں انہیں اجازت ہے کیونکہ اس میں روپیہ کا ضیاع نہیں بلکہ دستکاری کی ترقی ہوتی ہے۔ ہاں نئی چیزیں خریدنے پر پیسے خرچ نہ کئے جائیں۔ آٹھویں چیز تعلیمی اخراجات ہیں۔ اس کے متعلق کھانے پینے میں جو خرچ ہوتا ہے، اس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ جو خرچ اس کے علاوہ ہیں۔ یعنی فیس یا آلات اور اوزاروں یا سٹیشنری اور کتابوں وغیرہ پر جو خرچ ہوتا ہے، اس میں کمی کرنا ہمارے لئے مضر ہوگا اس لئے نہ تو اس میں کمی کی نصیحت کرتا ہوں اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے۔ پس عام اقتصادی حالات میں تغیر کیلئے میں ان آٹھ قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جو لوگ ان قربانیوں کو کرنا چاہیں وہ مجھے لکھ کر اس کی اطلاع دیں، جو جماعتیں ایسا کرنا چاہیں وہ ریزولیوشن پاس کر کے مجھے بھیج دیں یا اگر کوئی ایسے لوگ ہوں جن کے سوائے ساری جماعت ان قربانیوں کے لئے آمادہ ہو تو صرف ان کے نام لکھ کر بھیجے جا سکتے ہیں۔ یہ تین سال کا عہد ہوگا جسے ہر سال کے بعد دوہرایا جائے گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کسی بات کو درمیان میں بھی چھوڑا جا سکے گا۔ جہاں یہ باتیں دوسرے گھروں کے لئے اختیاری ہیں وہاں ہمارے اپنے گھروں میں لازمی ہوں گی۔ قرآن کریم میں حکم ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ پس اس حکم کے ماتحت ایک نبی کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے میں بھی اپنے بیوی بچوں کے لئے ان باتوں کو لازمی قرار دیتا ہوں۔ وہ بچے جو میرے قبضے میں ہیں ان پر ان باتوں کی پابندی لازمی ہے۔ ہاں جو علیحدہ ہو چکے ہیں اور شادی شدہ ہیں وہ خود ذمہ دار ہیں وہ اپنے طور پر قربانی کریں۔ باقی جماعت میں سے جو چاہیں کریں اور جو نہ چاہیں نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کے سامنے براہ راست جواب دِہ میں ہی ہوں دوسرے لوگ میرے تابع ہیں۔ جو ان باتوں میں میری متابعت کرنا چاہیں وہ کریں اور جو نہ کرنا چاہیں نہ کریں لیکن اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جب تک عورتیں تعاون نہ کریں، اخراجات کم نہیں ہو سکتے اور کوئی ایسی رقم نہیں بچ سکتی جو سلسلہ کے کام آ سکے اور جب تک یہ کام نہ ہو اس وقت تک یہ کہنا کہ ہمارے مال سلسلہ کیلئے حاضر ہیں غلط ہے۔ پہلے مال بچاؤ پھر ان کو حاضر کرو۔ جس شخص کی بیوی بچے اس قربانی کے لئے تیار نہ ہوں وہ اپنے آپ کو ہی پیش کر سکتا ہے اور اپنے کھانے اور پہننے میں کمی کر سکتا ہے۔ اسی طرح جس عورت کا خاوند تیار نہ ہو وہ اگر چاہے تو اپنا نام پیش کر سکتی ہے بچے بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں اور اگرچہ وہ اور کسی چیز میں نہیں مگر اپنے جیب

خرچ میں کمی کر سکتے ہیں اور اگر دو آنے ماہوار بھی بچائیں تو قومی مال میں زیادتی کر سکتے ہیں۔ پس یہ مطالبات ہیں جو میں ان دوستوں سے کرتا ہوں جو اس کے اہل ہیں جو اس کے ماتحت آتے ہی نہیں ان سے کوئی مطالبہ نہیں۔

پس جو افراد یا جماعتیں اس میں شامل ہونا چاہیں۔ ان کیلئے میں آئندہ ایک ماہ کی مدت مقرر کرتا ہوں۔ ہندوستان کے رہنے والے ایک ماہ تک اپنے نام پیش کریں۔ اور دوسرے ممالک کے رہنے والے چار ماہ کے اندر اندر جس وقت سے یہ عہد کریں گے اسی وقت سے سال شروع ہوگا۔

جماعت سے قربانی کا

دوسرا مطالبہ

جو دراصل پہلے ہی مطالبہ پر مبنی ہے۔ میں یہ کرتا ہوں کہ جماعت کے مخلص افراد کی جماعت ایسی نکلے جو اپنی آمد کا ۱/۵ سے ۱/۳ حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔ اس کی صورت یہ ہو کہ جس قدر وہ مختلف چندوں میں دیتے ہیں یا دوسرے ثواب کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں یا دارالانوار کمیٹی کا حصہ یا حصے انہوں نے لئے ہیں (اخبارات وغیرہ کی قیمتوں کے علاوہ) وہ سب رقم اس حصہ میں سے کاٹ لیں اور باقی رقم اس تحریک کی امانت میں صدر انجمن احمدیہ کے پاس جمع کرادیں۔ مثلاً ایک شخص کی پانچ سو روپے آمد ہے اور وہ موصی بھی ہے۔ اور دارالانوار کا ایک حصہ بھی اس نے لیا ہوا ہے وہ دس بارہ روپے ماہوار اور ثواب کے کاموں میں بھی خرچ کرتا ہے۔ اس شخص نے ۱/۵ دینے کا عہد کر لیا اور یہ سو روپے کی رقم ہوئی۔ وصیت ایسے شخص کی پچاس ہوئی دارالانوار کمیٹی کے ۵۲ ہوئے۔ چندہ کشمیر اور دوسرے کار ہائے ثواب مثلاً بارہ روپے ہوئے یہ کل رقم ۸۷ ہوئی۔ باقی تیرہ روپے ماہوار اس شخص کو انجمن میں اس تحریک کی امانت میں جمع کراتے رہنا چاہئے۔ اور اگر ۱/۴ کا عہد کیا تو ۵۲۳۱+ اڑتیس روپیہ جمع کراتے رہنا چاہئے۔ عہد کرنے والے شخصوں کو تین سال تک متواتر ایسا کرنا ہوگا۔ اس مطالبہ کے ماتحت جو آنا چاہے اسے چاہئے کہ جلد سے جلد مجھے اطلاع دے۔ اور یہ بھی اطلاع دے کہ کس قدر حصہ کا عہد ہے اور چندے وغیرہ نکال کر کس قدر رقم اوسطاً اس کی امانت میں جمع کرانے والی پہنچے گی جسے وہ باقاعدہ جمع کراتا رہے گا۔ مقررہ تین سال کے بعد جتنی رقم جمع ہوگی وہ یا تو نقد یا رقم کے برابر جائداد کی صورت میں اسے واپس دے دی جائے گی۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ احتیاط اور کفایت کے ساتھ دوست خرچ کریں گے اور بچت کر سکیں گے بعد میں وہ تمام کی تمام رقم انہیں واپس مل جائے گی۔ مگر اس رقم میں آنے شامل نہیں ہوں گے۔ مثلاً جس شخص کے ذمہ پچاس روپیہ آٹھ آنہ بنتے ہیں وہ یا پچاس روپیہ دے یا اکاون۔ طالب علم بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں اور اپنے خرچ میں سے ایک روپیہ بچا کر بھی جمع کرا سکتے ہیں یہ ضروری شرط ہے کہ آنے اس میں نہیں لئے جائیں گے۔

پس ایسی صورت میں کہ اس تجویز میں طالب علم، عورتیں، مرد سب شامل ہو سکتے ہیں۔ آسانی کے ساتھ اس میں دو ہزار آدمی حصہ لے سکتے ہیں۔ اور اوسط آمد ایک آدمی کی اگر پانچ روپیہ ماہوار بھی رکھ لی جائے تو ہر ماہ دس ہزار کی امانت داخل ہو سکتی ہے۔ جو تین سال میں چار لاکھ کے قریب ہو سکتی ہے۔ تین سال کے بعد یہ روپیہ نقد یا اتنی ہی جائیداد کی صورت میں واپس کر دیا جائے گا۔ جو کمیٹی میں اس رقم کی حفاظت کے لئے مقرر کروں گا اس کا فرض ہوگا کہ ہر شخص پر ثابت کرے کہ اگر کسی کو جائیداد کی صورت میں روپیہ واپس کیا جا رہا ہے تو وہ جائیداد فی الواقع اس رقم میں خریدی گئی ہے۔ اس سب کمیٹی کے ممبر علاوہ میرے مندرجہ ذیل احباب ہوں گے۔ (۱) مرزا بشیر احمد صاحب (۲) چوہدری ظفر اللہ خان صاحب (۳) شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (۴) مرزا محمد اشرف صاحب (۵) مرزا شریف احمد صاحب (۶) ملک غلام محمد صاحب لاہور (۷) چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) چوہدری حاکم علی صاحب سرگودھا اور چوہدری فتح محمد صاحب۔ اس کمیٹی کا کام میں اسی کو بتاؤں گا باقی میں اس کی غرض نہیں بتا سکتا۔ بہرحال یہ قربانی مالی لحاظ سے بھی ثواب کے لحاظ سے بھی اور جماعت کی ترقی کے لحاظ سے بھی مفید ہوگی۔ انشاء اللہ۔

جماعت سے قربانی کا

تیسرا مطالبہ

میں یہ کرتا ہوں کہ دشمن کے مقابلہ کیلئے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہا ہے اس کا جواب دیا جائے۔ یا اپنا نقطہ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے اور وہ روکیں جو

دشمن کے مقابلہ کیلئے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہا ہے اس کا جواب دیا جائے۔ یا اپنا نقطہ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے

ہماری ترقی کی راہ میں پیدا کی جارہی ہیں انہیں دور کیا جائے اس کیلئے بھی خاص نظام کی ضرورت ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے، آدمیوں کی ضرورت ہے اور کام کرنے کے طریقوں کی ضرورت ہے۔ طریق میں بیان نہیں کرتا یہ میں اس کمیٹی کے سامنے ظاہر کروں گا جو اس غرض کے لئے بنائی جائے گی اس کام کے واسطے تین سال کیلئے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ فی الحال پانچ ہزار روپیہ کام کے شروع کرنے کے لئے ضروری ہے بعد میں دس ہزار کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر اس سے زائد جمع ہو گیا تو اسے اگلی مدات میں منتقل کر دیا جائے گا۔ اس کمیٹی کا مرکز لاہور میں ہوگا اور اس کے ممبر مندرجہ ذیل ہوں گے۔ (۱) پیر اکبر علی صاحب (۲) شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (۳) چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر لاہور (۴) ملک عبدالرحمٰن صاحب قصوری (۵) ڈاکٹر عبدالحق صاحب بھاٹی گیٹ لاہور (۶) ملک خدابخش صاحب لاہور (۷) چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) شیخ جان محمد صاحب سیالکوٹ (۹) مرزا عبدالحق صاحب وکیل گورداسپور (۱۰) قاضی عبدالحمید صاحب وکیل امرتسر (۱۱) سید ولی اللہ شاہ صاحب (۱۲) شمس صاحب یا اگر وہ باہر جائیں تو مولوی اللہ دتا صاحب (۱۳) شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر لائل پور (۱۴) مولوی غلام حسین صاحب جھنگ (۱۵) صوفی عبدالغفور صاحب حال لاہور۔ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ جن دوستوں کو توفیق اور اخلاص دے سو سو یا دو دو سو یا زیادہ مقدار میں یکمشت چندہ دیں۔ ہاں غرباء کو ثواب میں شامل کرنے کے لئے میں ان کے لئے اجازت دیتا ہوں کہ اس تحریک کے لئے وہ دس دس یا بیس بیس کی رقوم بھی دے سکتے ہیں یا دس دس ماہوار کر کے دے سکتے ہیں یہ کام تین سال تک غالباً جاری رہے گا۔ اس کمیٹی کے اجلاس میں ہی میں اس کے کام کے طریقے بتلاؤں گا میں خود اس کا ممبر نہیں ہوں مگر مجھے حق ہوگا کہ جب چاہوں اس کا اجلاس بلاؤں اور ہدایات دوں۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ میری دی ہوئی ہدایات کے مطابق دشمن کے پروپیگنڈا کا بالمقابل پروپیگنڈا سے مقابلہ کرے۔ مگر اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ تجارتی اصول پر کام کرے مفت اشاعت کی قسم کا کام اس کے دائرہ عمل سے خارج ہوگا۔

جماعت سے قربانی کا

چوتھا مطالبہ

یہ ہے کہ قوم کو مصیبت کے وقت پھیلنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ مکہ میں اگر تمہارے خلاف جوش ہے تو کیوں باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں نہیں پھیل جاتے اگر باہر نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ترقی کے بہت سے راستے کھول دے گا۔

اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت میں بھی ایک حصہ ایسا ہے جو ہمیں کچلنا چاہتا ہے اور رعایا میں بھی۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہماری مدنی زندگی کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے۔ قادیان بے شک ہمارا مذہبی مرکز ہے مگر ہمیں کیا معلوم کہ ہماری شوکت و طاقت کا مرکز کہاں ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں بھی ہو سکتا ہے اور چین، جاپان، فلپائن، سماٹرا، جاوا، روس، امریکہ غرضیکہ دنیا کے کسی ملک میں ہو سکتا ہے اس لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ لوگ بلاوجہ جماعت کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں، کچلنا چاہتے ہیں تو ہمارا ضروری فرض ہو جاتا ہے کہ باہر جائیں اور تلاش کریں کہ ہماری مدنی زندگی کہاں سے شروع ہوتی

قادیان بے شک ہمارا مذہبی مرکز ہے مگر ہمیں کیا معلوم کہ ہماری شوکت و طاقت کا مرکز کہاں ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں بھی ہو سکتا ہے اور چین، جاپان، فلپائن، سماٹرا، جاوا، روس، امریکہ غرضیکہ دنیا کے کسی ملک میں ہو سکتا ہے

مذہبی سلسلے ضرور ایک وقت دنیا کے توپ خانوں کی زد میں آتے ہیں اور وہ کبھی ظلم و ستم کی تلوار کے سایہ کے بغیر ترقی ہی نہیں کر سکتے۔ پس ان کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں ان کی شاخیں ہوں تا کہ ایک جگہ وہ ظلم و ستم کا تختہ مشق ہوں تو دوسری جگہ پر ان کی امن کے ساتھ ترقی ہو رہی ہو اور تا کہ ان کا مذہبی لٹریچر دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہے۔ جو شخص بھی اس سلسلہ کو ایک آسمانی تحریک سمجھتا ہے اسے اس امر کے لئے تیار ہونا پڑے گا اور جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ حقیقت میں اس سلسلہ کو بالکل نہیں سمجھتا۔

ہے۔ہمیں کیا معلوم ہے کہ کون سی جگہ کے لوگ ایسے ہیں کہ وہ فوراً احمدیت قبول کر لیں گے اور ہمیں کیا معلوم ہے کہ جماعت کو ایسی طاقت کہاں سے حاصل ہو جائے گی کہ اس کے بعد دشمن شرارت نہ کر سکے گا۔ مجھے شروع خلافت سے یہ خیال تھا اور اسی خیال کے ماتحت میں نے باہر مشن قائم کئے تھے۔بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بیرونی مشنوں پر روپیہ خرچ کرنا بیوقوفی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ یہ خیال صرف اسی وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ایسے لوگوں نے سلسلہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا اور اسے ایک انجمن خیال کر لیا ہے۔ مذہبی سلسلے ضرور ایک وقت دنیا کے توپ خانوں کی زد میں آتے ہیں اور وہ کبھی ظلم وستم کی تلوار کے سایہ کے بغیر ترقی ہی نہیں کر سکتے۔پس ان کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں ان کی شاخیں ہوں تا کہ ایک جگہ وہ ظلم وستم کا تختہ مشق ہوں تو دوسری جگہ پر ان کی امن کے ساتھ ترقی ہو رہی ہو اور تا کہ ان کا مذہبی لٹریچر دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہے۔جو شخص بھی اس سلسلہ کو ایک آسمانی تحریک سمجھتا ہے اسے اس امر کے لئے تیار ہونا پڑے گا اور جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ حقیقت میں اس سلسلہ کو بالکل نہیں سمجھتا۔غرض سلسلہ احمدیہ کسی جگہ بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا اس لئے جب تک ہم سارے ممالک میں اپنے لئے جگہ تلاش نہ کریں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہماری مثال فقیر کی طرح ہے جو سب دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ دنیا میں نئے نئے رستے تلاش کریں اور نئے نئے ممالک میں جا کر تبلیغ کریں۔ہمیں کیا معلوم ہے کہ کہاں لوگ جوق در جوق داخل ہوں گے۔ چونکہ ہمارا پہلا تجربہ بتاتا ہے کہ باقاعدہ مشن کھولنا مہنگی چیز ہے اس لئے پرانے اصول پر نئے مشن نہیں کھولے جا سکتے اس لئے میری تجویز ہے کہ دو دو آدمی تین نئے ممالک بھیجے جائیں۔ ان میں سے ایک انگریزی دان ہو اور ایک عربی دان۔سب سے پہلے تو ایسے لوگ تلاش کئے جائیں کہ جو سب یا کچھ حصہ خرچ کا دے کر حسب ہدایت جا کر کام کریں مثلاً صرف کرایہ لے لیں آگے خرچ نہ مانگیں یا کرایہ خود ادا کر دیں خرچ چھ سات ماہ کے لئے ہم سے لے لیں یا کسی قدر رقم اس کام کے لئے دے سکیں۔ اگر جماعت کے ذی ثروت لوگ جو سو سو روپیہ یا زیادہ روپیہ دے سکیں اس کیلئے رقوم دے کر ثواب حاصل کریں۔غرباء کی خواہش کو مدنظر رکھ کر میں اس کی بھی اجازت دیتا ہوں کہ جو سو نہیں دے سکتے وہ دس بیس یا تیس یا زیادہ رقوم جو دو ہاکوں پر مشتمل ہوں ادا کریں، یا دس دس بیس بیس ماہوار کر کے اس میں شامل ہو

تمام غیر ممالک میں احمدیت کا جھنڈا گاڑنا نہایت اہم اور ضروری ہے

اس قسم کے آدمی حسب منشاء نہ ملیں تو جن لوگوں نے پچھلے خطبہ کے ماتحت وقف کیا ہے ان میں سے کچھ آدمی چن لئے جائیں۔جن کو صرف کرایہ دیا جائے اور چھ ماہ کے لئے معمولی خرچ دیا جائے اس عرصہ میں وہ ان ملکوں کی زبان سیکھ کر وہاں کوئی کام کریں اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کریں اور سلسلہ کا لٹریچر اس ملک کی زبان میں ترجمہ کر کے اسے اس ملک میں پھیلائیں اور اس ملک کے تاجروں اور احمدی جماعت کے تاجروں کے درمیان تعلق بھی قائم کرائیں۔غرض مذہبی اور تمدنی طور پر اس ملک اور احمدی جماعت کے درمیان واسطہ بنیں۔

پس میں اس تحریک کے ماتحت ایک طرف تو ایسے نوجوانوں کا مطالبہ کرتا ہوں جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اٹھائیں ورنہ وقف کرنے والوں میں سے ان کو چن لیا جائے گا جو کرایہ اور چھ ماہ کا خرچ لے کر ان ملکوں میں تبلیغ کے لئے جانے پر آمادہ ہوں گے جوان کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔اس چھ ماہ کے عرصہ میں ان کا فرض ہوگا کہ علاوہ تبلیغ کے وہاں کی زبان بھی سیکھ لیں اور اپنے لئے کوئی کام بھی نکالیں جس سے آئندہ گزارہ کر سکیں۔اس تحریک کے لئے خرچ کا اندازہ میں نے دس ہزار روپیہ کا لگایا ہے۔ پس دوسرا مطالبہ اس تحریک کے ماتحت میرا یہ ہے کہ جائیں۔تمام غیر ممالک میں احمدیت کا جھنڈا گاڑنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔میں نے پہلے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کی تحریک پر ایک نوجوان جن کا نام کرم دین ہے، چپکے سے چلے گئے اور جہاز پر جا کر کوئلہ ڈالنے پر ملازم ہو گئے۔اس طرح انگلستان جا پہنچے۔جماعت نے سات آٹھ دن تک کھانا وغیرہ ان کو دیا اس کے بعد انہوں نے پھیری کا کام شروع کر دیا اور ساتھ ہی کام بھی سیکھنے لگ گئے۔اور اس وقت وہ انگلش ویئر ہاؤس لاہور میں اڑھائی تین سو روپیہ تنخواہ پاتے ہیں۔پس میں اس تجربہ سے بھی سمجھتا ہوں چھ سات ماہ کی مدت کام تلاش کرنے کے لئے کافی ہے اور اگر اس میں بھی کوئی کام پیدا نہیں کر سکتا تو وہ نالائق ہے۔ایسے نوجوان باقاعدہ مبلغ نہیں ہوں گے مگر اس بات کے پابند ہوں گے کہ باقاعدہ رپورٹیں بھیجتے رہیں اور ہماری ہدایات کے ماتحت تبلیغ کریں۔ پس پہلے مطالبہ کو ملا کر یہ پچیس ہزار کا مطالبہ ہوا جس میں سے پندرہ ہزار کی فوری ضرورت ہے۔

جماعت سے قربانی کا

پانچواں مطالبہ

یہ ہے کہ تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے جس پر سو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا اور اس طرح بارہ سو

روپیہ اس کے لئے درکار ہے جو دوست اس میں حصہ لے سکتے ہوں، وہ لیں۔ اس میں بھی غرباء کو شامل کرنے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے پانچ پانچ روپے دے سکتے ہیں۔

جماعت سے قربانی کا

چھٹا مطالبہ

یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ وقف کنندگان میں سے پانچ افراد کو مقرر کیا جائے کہ سائیکلوں پر سارے پنجاب کا دورہ کریں۔ اور اشاعت سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصل رپورٹیں مرکز کو بھجوائیں۔ مثلاً یہ کہ کس علاقہ کے لوگوں پر کس طرح اثر ڈالا جا سکتا ہے، کون کون سے بااثر لوگوں کو تبلیغ کی جائے تو احمدیت کی اشاعت میں خاص مدد مل سکتی ہے۔ کس کس جگہ کے لوگوں کی کس کس جگہ کے احمدیوں سے رشتہ داریاں ہیں کہ ان کو بھیج کر وہاں تبلیغ کرائی جائے وغیرہ وغیرہ۔

پانچ آدمی جو سائیکلوں پر جائیں گے، مولوی فاضل یا انٹرنس پاس ہونے چاہئیں۔ تین سال کے لئے وہ اپنے آپ کو وقف کریں گے۔

پندرہ روپیہ ماہوار ان کو دیا جائے گا۔ تبلیغ کا کام ان کا اصل فرض نہیں ہوگا اصل فرض تبلیغ کے لئے میدان تلاش کرنا ہوگا، وہ تبلیغی نقشے بنائیں گے۔ گویا جس طرح گورنمنٹ سروے (SURVEY) کراتی ہے وہ تبلیغی نقطہ نگاہ سے پنجاب کا سروے کریں گے۔ ان کی تنخواہ اور سائیکلوں وغیرہ کی مرمت کا خرچ ملا کر سو روپیہ ماہوار ہوگا اور اس طرح کل رقم جس کا مطالبہ ہے ساڑھے ستائیس ہزار بنتی ہے۔ مگر اس میں سے ساڑھے سترہ ہزار کی فوری ضرورت ہے جو دوست اس میں حصہ لے سکیں فوراً لیں۔ عام چندے ان چندوں میں شامل نہیں۔ اس تحریک میں بھی غرباء کو حصہ دلانے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں کہ جو لوگ پانچ پانچ روپیہ اس مد میں مدد دے سکیں وہ بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں خواہ یکمشت یا پانچ روپیہ ماہوار کر کے۔ ہاں جو لوگ اس سے کم حیثیت رکھتے ہیں وہ نہ میرے مخاطب ہیں اور نہ ان کے ثواب میں کمی آتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ اب آج کے خطبہ میں میں صرف یہ چھ مطالبات کرتا ہوں، بقیہ باتیں اگلی دفعہ بیان کروں گا۔ ایک بات سادہ زندگی کے متعلق ہے جس میں جو مرد، عورت، بچے شامل ہونا چاہیں وہ اپنا نام مجھے لکھ دیں۔ دوسرے وہ جو ۱/۵ سے ۱/۳ حصہ تک اپنی آمدنیوں میں سے وقف کر سکیں تین تین سال تک ایسی رقم واپس نہیں ہو سکے گی اور تین سال کے بعد روپیہ یا جائداد کی صورت میں واپس ہوگی۔ تیسرے پروپیگنڈا کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جس کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ جس میں سے پانچ ہزار فوری طور پر چاہیے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ تین نئے ممالک میں دو دو کر کے چھ آدمیوں کو کچھ کرایہ یا خرچ دے کر بھیجا جائے اور ہر سال وہاں ایک ایک آدمی اور ضرور بھیجا جاتا رہے۔ اس طرح بہت سے آدمی تھوڑے عرصہ میں ہی مختلف ممالک میں پہنچ جائیں گے۔ یہ خرچ اتنا کم اور اس کے نتائج اتنے اہم ہیں کہ جس کا ابھی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ایک ایک مشن کا خرچ پانچ پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ ہے مگر اس طرح پانچ ہزار سے تین نئے مشن قائم ہو سکیں گے۔ یہی پرانے زمانہ میں صوفیاء کا دستور تھا اور ایسا ہی وقت اب ہمارے لئے آ گیا ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ سو روپیہ ماہوار کی ایسے ذرائع تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔ جنہیں میں ظاہر نہیں کرتا۔ جن کے سپرد یہ کام ہوگا، انہیں پر اسے ظاہر کروں گا۔ اور چھٹی بات یہ ہے کہ سو روپیہ ماہوار کی سارے پنجاب کے سروے کے لئے ضرورت ہے۔ یہ چھ باتیں ہیں جو آج میں پیش کرتا ہوں اور بھی تجاویز ہیں جو اگلے جمعہ میں بیان کروں گا۔ ایک طرف تو مالدار لوگ ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ فوراً جمع کر دیں۔ اور دوسرے نوجوان جنہوں نے اپنے نام پیش کئے ہیں دوبارہ غور کر کے مجھے اطلاع دیں کہ کیا وہ ان شرائط کے ماتحت غیر ممالک کو جانے کے لئے تیار ہیں یا سائیکل پر سروے کا کام ان کے سپرد کیا جائے تو کیا وہ اس کیلئے تیار ہیں۔ ترجیح غیر ممالک میں جانے کے لئے ان لوگوں کو دی جائے گی جو اپنا خرچ کر سکیں۔ سائیکلوں پر جانے والے آدمی محنتی ہونے چاہئیں۔ پھر اخراجات میں کمی کر کے جو لوگ تین سال تک امانت کے طور پر بیت المال میں جمع کرا سکیں، وہ بھی مجھے اپنے نام بتا دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس جوش کے ساتھ دوستوں نے پہلے قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ اس سے اگر آدھے جوش کے ساتھ بھی کام کریں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مطالبات پورے نہ ہو جائیں۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے بیش از بیش قربانیوں کی توفیق دے اور کارکنوں کو بھی توفیق دے کہ جماعت کے اموال کو دیانت کے ساتھ اور ایسے طریق پر صرف کر سکیں کہ بہتر نتائج پیدا ہوں۔ وہ اپنے فضل اور برکت کے دروازے ہم پر کھول دے۔ اور سلسلہ کی ترقی کا جو کام ہمارے ذمہ ڈالا ہے اسے خود ہی پورا کرے۔

(الفضل ۹۲۔نومبر ۱۹۳۴ء)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ

کے تحریک جدید کیلئے مخلصین جماعت احمدیہ سے جانی اور مالی قربانیوں کے مطالبات

(فرمودہ 30 نومبر 1934ء)

تشہد ، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں احباب کے سامنے اس تحریک کے جو میرے نزدیک اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے جو اس وقت جماعت احمدیہ کے خلاف مختلف جماعتوں کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے، چھ حصے ایسے بیان کئے تھے جن کے ذریعہ سے اس مخالفت کا سدباب کیا جاسکتا ہے اور سلسلہ کی ترقی کے راستہ سے روکوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ میں نے بعض نئے کام تجویز کئے تھے تاکہ ان کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کی اشاعت کو وسیع کیا جائے اور تبلیغ کے لئے نئے مقامات تلاش کئے جائیں۔ اس کے لئے میں نے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ کی اپیل کا اعلان کیا تھا۔ اصل مخاطب اس اپیل کے تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سو روپیہ یا سو سے زائد رقم دینے کی توفیق دے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے غرباء کے دلوں میں قربانی کا زیادہ مادہ رکھا ہوتا ہے بلکہ وہ تو اپنی ذات میں مجسم قربانی نظر آتے ہیں کیونکہ ان کی ساری عمر ہی قربانی میں گزر جاتی ہے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کو اس ثواب میں شمولیت سے محروم رکھوں اس لئے چاروں سکیموں کے متعلق جن میں سے ایک پندرہ ہزار کی ہے، دوسری دس ہزار کی اور دو اڑھائی ہزار کی۔ غرباء کے لئے اس رنگ میں رستہ کھولا کہ جو چاہے کسی ایک میں یا ایک سے زیادہ میں یا سب میں شریک ہو سکے۔ یعنی پندرہ اور دس ہزار کی تحریکوں میں دس دس روپے دے کر اور اڑھائی اڑھائی ہزار کی تحریکوں میں پانچ پانچ روپے ادا کر کے خواہ کسی ایک میں، خواہ دو میں، خواہ تین میں اور خواہ چاروں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر اسی طبقہ جماعت نے توجہ کی ہے۔ گو ابھی تحریک قادیان کی جماعت تک ہی پہنچی ہے اور باہر وہ خطبہ کل یا آج تک پہنچا ہوگا ہوا اور وہ بھی قریب کے شہروں اور دیہات میں ورنہ بہت سے علاقوں میں وہ خطبہ ایک ہفتہ بعد اور بعض جگہ دو تین ہفتہ کے بعد پہنچے گا اس لئے اس خطبہ کے پورے جواب کی دو ماہ سے کم اور ہندوستان سے باہر تین چار ماہ سے کم انتظار کی مدت نہیں ہوسکتی۔

پس میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے، وہ توفیق نہیں جو کمزور انسان قربانی سے بچنے کے لئے تجویز کرتا ہے، بلکہ وہ توفیق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے لئے کافی ہے وہ اس خطبہ کا کیا جواب دیں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں جماعت احمدیہ کے غرباء کا طبقہ جو اصل میں مخاطب نہیں، اگر قادیان کی جماعت کے لحاظ سے اندازہ لگایا جائے تو وہ اس چندہ میں بھی دوسروں سے بڑھ جائے گا۔ گو جنہوں نے دس یا پانچ پانچ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ سارے کے سارے ایسے نہیں جو قطعی طور پر دس یا پانچ دینے والوں میں شامل کئے جائیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کو دس یا پانچ سے زیادہ دینے کی توفیق ہے مگر کئی ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جو کچھ دیا ہے انہیں اتنا دینے کی بھی توفیق نہ تھی۔ اسی سلسلہ میں بعض عورتوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہم بھی اس تحریک میں حصہ لینا چاہتی ہیں مگر ہمیں اتنی توفیق نہیں کہ دس یا پانچ روپے یکمشت ادا کر سکیں۔ ہمارے ملک میں رواج یہی ہے کہ عام طور پر عورتوں کو خرچ نقد نہیں دیا جاتا بلکہ کھانے پینے کی اشیاء اور پہننے کا کپڑا خرید کر دے دیا جاتا ہے سوائے شہری خاندانوں کے۔ پس اس میں شبہ نہیں کہ اکثر عورتیں ایسی ہیں جو دس روپے یا پانچ روپے یکمشت نہیں دے سکتیں مگر انہوں نے خواہش کی ہے کہ انہیں بھی اس ثواب میں شامل ہونے کا موقع دیا جائے اور یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ ایک ایک یا دو دو روپیہ ماہوار کر کے ادا کر دیں۔ عورتوں کا یہ جوش اور یہ اخلاص یقیناً قابل شکریہ بھی ہے اور قابل قدر بھی۔ قابل شکریہ تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے اس طبقہ کو بھی جو کمزور اور ضعیف ہے، دین کے لئے قربانی کرنے کا شوق اور طاقت بخشی ہے اور قابل قدر اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے لئے کام کرنا ہر مومن کا

ذاتی فرض ہوتا ہے اور جو بھی اس کام میں اس کا ہاتھ بٹاتا ہے اس کی اسے قدر کرنی چاہئے۔

پس میں نے عورتوں کے اخلاص کی قدر کرتے ہوئے انہیں یہ تجویز بتائی کہ جس طرح قادیان میں بھی اور باہر بھی کمیٹیاں ڈالی جاتی ہیں اور جن کے نام قرعہ نکلے، ان کے نام سے ان تحریکوں میں رقم جمع کرا دیں۔ مثلاً اگر ایک سو یا دو سو عورتیں ان تحریکوں میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں تو وہ سب مل کر کمیٹی ڈال لیں اور اس میں روپیہ روپیہ یا دو دو روپے دیتی رہیں ہر ماہ جتنی رقم جمع ہو اس کے لئے قرعہ ڈال لیں۔ مثلاً اگر سو روپے کی رقم ہو تو دس دس روپے کے قرعے جن دس عورتوں کے نام نکلیں انکی طرف سے

اللہ! ہم جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہمارے امراء بھائی بھی جاتے ہیں، ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو وہ بھی پڑھتے ہیں، ہم روزے رکھتے ہیں تو وہ بھی رکھتے ہیں، ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں تو وہ بھی کرتے ہیں مگر مشترک ضرورتوں اور دینی کاموں کے لئے جب مال دینے کا وقت آتا ہے تو وہ دیتے ہیں تو ہم نہیں دے سکتے، وہ زکوٰۃ دیتے ہیں مگر ہم نہیں دے سکتے، وہ صدقہ وخیرات کرتے اور غرباء کی مدد کرتے ہیں مگر ہم نہیں کر سکتے۔ غرض وہ کئی قسم کے ثواب حاصل کرتے ہیں مگر ہم محروم رہتے ہیں اور ان کو ہم پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ ہم ثواب کے کاموں میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یَا رَسُوْلَ اللہ! ہمیں بتائیں ہم کیا کریں

مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کی نظر آگے بڑھنے والوں اور ترقی کرنے والوں کی طرف نہیں ہوتی بلکہ کمزوروں اور پیچھے رہنے والوں پر ہوتی ہے۔ حالانکہ جس قوم نے آگے بڑھنا ہوتا ہے وہ آگے والوں کو دیکھتی ہے اور جس نے پیچھے ہٹنا ہوتا ہے وہ پیچھے رہنے والوں کو دیکھتی ہے اور جس قوم کی نظر آگے کی طرف ہوتی ہے، وہی ترقی کرتی ہے اور جس کی نظر پیچھے کی طرف ہوتی ہے وہ تنزل کے گڑھے میں گرتی ہے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض احمدی کہلانے والے بھی یہ سوال کرتے ہیں کہ فلاں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے اور فلاں میں یہ تو پھر ہمیں اس کمزوری کی وجہ سے کیوں گرفت میں لایا جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک دین کی خدمت کرنا اور دین کے لئے قربانی کرنا ایک چٹی ہے جسے اسی صورت میں برداشت کیا جا سکتا ہے کہ ہر ایک شخص کو اس میں شامل کیا جائے نیکی، اعلیٰ مقصد نہیں جس کے حصول کے لئے دوسروں سے بڑھنے کی خواہش کی جائے۔

> جس قوم نے آگے بڑھنا ہوتا ہے وہ آگے والوں کو دیکھتی ہے اور جس نے پیچھے ہٹنا ہوتا ہے وہ پیچھے رہنے والوں کو دیکھتی ہے اور جس قوم کی نظر آگے کی طرف ہوتی ہے، وہی ترقی کرتی ہے اور جس کی نظر پیچھے کی طرف ہوتی ہے وہ تنزل کے گڑھے میں گرتی ہے

اس تحریک میں جمع کرا دیں اسی طرح اگلے مہینے اور دس عورتوں کے نام جمع کرا دیں۔ اگر مردوں میں سے بھی بعض غرباء اس رنگ میں حصہ لینا چاہیں تو وہ بھی ایسا کر سکتے ہیں مگر ضروری ہوگا کہ دس کی رقم یا پانچ کی رقم اگر اس تحریک میں حصہ لے جس کے لئے کم سے کم پانچ روپے کی رقم مقرر ہے خزانہ میں یکمشت جمع کرائی جائے۔ گو اصل مخاطب ان کی تحریکوں کے آسودہ حال لوگ ہیں مگر یہ رستہ ان کے لئے کھلا ہے جو ثواب حاصل کرنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں اور کسی نیک کام میں بھی دوسروں سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ غرباء نے آپ سے شکایت کی کہ یا رسول

تا کہ ان کی طرح ثواب حاصل کر سکیں۔ یہ جوش اور یہ سوال بتاتا ہے کہ سچی مخلص جماعتوں میں یہ سوال نہیں پیدا ہوا کرتا کہ فلاں ایسا نہیں کرتا، اس لئے ہم بھی ایسا نہیں کرتے بلکہ یہ جوش پایا جاتا ہے کہ فلاں مومن میں فلاں نیکی پائی جاتی ہے، ہم وہ نیکی کس طرح حاصل کریں۔ جب کسی جماعت کے اکثر افراد میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے تو وہ اعلیٰ معیار کی جماعت کہلاتی ہے لیکن جس قوم میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوں کہ فلاں نے غلطی کی تھی، اسے نہیں پکڑا گیا پھر ہمیں کیوں گرفت کی جاتی ہے یا یہ کہ فلاں شخص فلاں نیکی اور ثواب کا کام نہیں کرتا تو ہم کیوں کریں وہ تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس قسم کے عذرات کا

مگر صحابہ میں وہ جوش تھا کہ ان میں سے غرباء نے رسول کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ ہم کس طرح ثواب حاصل کرنے میں امراء کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور وہ کیا طریق ہے کہ ہم نیکی حاصل کرنے میں ان سے پیچھے نہ رہیں۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کیا میں تمہیں ایسی ترکیب بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو امراء سے کئی سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہ! وہ کیا ترکیب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد 33-33 دفعہ تسبیح وتحمید اور 34 بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے جو جذبہ قربانی اور ایثار کا اس وقت کے غرباء میں پایا جاتا تھا وہی امراء میں بھی موجود تھا انہوں نے ٹوہ لگائی کہ رسول کریم ﷺ اور غرباء میں کیا بات چیت

ہوئی۔ آخر انہیں پتہ لگ گیا کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ایک ایسا گر بتایا ہے کہ جس پر عمل کرنے سے وہ اس ثواب کے بھی حقدار ہو جائیں گے جس میں وہ پہلے شریک نہ ہو سکتے تھے اور انہوں نے بھی وہ نسخہ معلوم کرلیا اور پھر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر غرباء پھر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ امراء کو منع کر دیں کیونکہ انہوں نے بھی وہی کرنا شروع کر دیا ہے جو آپ نے ہمیں بتایا تھا۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا جسے خدا تعالیٰ نیکی کرنے کی توفیق دے اسے میں نہیں روک سکتا۔

حقیقی جذبۂ قربانی یہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان کے حساس اور اخلاص سے بھرے ہوئے دلوں کو ٹھیس سے بچانے کے لئے میں نے ان کو قربانی کرنے کا طریق بتا دیا ہے۔ کئی غرباء ایسے ہیں کہ انہوں نے دس روپیہ والی تحریک میں حصہ لے کر سو دو سو، چار سو دینے والوں سے بھی بہت قربانی کی ہے۔ مثلاً مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض ایسے لوگ جنہوں نے دس روپے دیئے ہیں انہوں نے سارے ماہ کی آمدنی دے دی ہے۔ اور بعض جنہوں نے بیس روپے دیئے ہیں ان کی سارے مہینہ کی آمدنی بیس روپے ہی تھی۔ گویا انہوں نے ایک مہینہ کی ساری کی ساری آمدنی دے دی۔ اب اگر چار سو ماہوار کمانے والا ایک سو روپیہ دیتا ہے یا پانچ سو ماہوار کمانے والا ایک سو کی رقم پیش کرتا ہے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ وہ اپنی آمدنی کا 1/4 اور 1/5 حصہ دیتے ہیں حالانکہ ایسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو لازمی ہوتی ہیں ان کے پاس زیادہ رقم بچتی ہے میں نے غرباء اور امراء کا مقابلہ اس رنگ میں بھی کیا ہے کہ جس چیز کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا اس پر ان کا خرچ کتنا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک غریب شخص ہے جس کے کھانے والے پانچ کس ہیں۔ اگر فی کس کے حساب سے ڈیڑھ روپیہ ماہوار کا آٹا رکھا جائے تو صرف آٹا ساڑھے سات روپے کا ہوا اور اگر اس کی ماہوار آمد بیس روپے ہو تو گویا 1/3 سے زیادہ اس کی آٹے پر صرف ہوتی ہے اور اگر پکوائی وغیرہ کو مدنظر رکھ لیا جائے تو گویا اس کی آمد میں سے 45 فیصدی رقم خشک روٹی پر خرچ ہو جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر پانچ سو ماہوار آمد والے شخص کے بھی پانچ کس ہی کھانے والے ہوں تو آٹے پر اس کی رقم بھی اتنی ہی خرچ ہوگی جتنی بیس روپے آمد والے غریب کی خرچ ہوتی ہے۔ اور اس طرح امیر کی صرف ڈیرھ فیصدی رقم ایسی ضرورت پر خرچ ہوئی جس کے بغیر چارہ نہیں مگر غریب کی ایسی ضرورت پر 45 فیصدی رقم صرف ہوگی۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے اور غریب کی قربانی کو یہ کتنا شاندار بنا دیتا ہے۔

غرض کئی غرباء ایسے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ انہوں نے اس تحریک میں حصہ لے کر بظاہر مطلوبہ رقم کو زیادہ نہیں بڑھایا لیکن جماعت کے اخلاص اور جذبۂ قربانی میں بہت بڑا اضافہ کر دیا ہے اور ایسی قیمتی چیز پیش کی ہے جسے ہم خدا تعالیٰ کے سامنے رکھ سکے ہیں۔ جس طرح ایک موتی کا کیڑا سمندر کی تہہ میں بیٹھ کر ایسا موتی تیار کرتا ہے جو بادشاہ کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مومن سچے اخلاص سے جو کام کرتا ہے وہ موتی سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا ہے کیونکہ وہی خدا تعالیٰ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ دین کے لئے ہر قربانی کرنے والی جماعت خدا تعالیٰ کے سامنے وہی موتی رکھے گی جو سچا اخلاص دکھانے والوں اور حقیقی قربانی کرنے والوں نے تیار کئے ہوں گے۔ پس اعلیٰ قربانیوں کے ذریعہ جو روحانی موتی پیدا ہوتے ہیں وہی جماعت کی زیب و زینت کا موجب ہوتے ہیں۔ ایسے موتی تیار کرنے والے بظاہر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور غربت کے ہاتھوں وہ اس حالت کو پہنچے ہوتے ہیں کہ کسی مجلس میں شامل ہو جائیں تو اس مجلس کی زینت نہیں سمجھے جاتے بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مجلس کی حیثیت کو بگاڑنے والے ہیں۔ کئی اسی مزاج کے لوگ کہا کرتے ہیں کہ مجلس شوریٰ میں شمولیت کے لئے کئی غربت زدہ زمیندار آ جاتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے اس مجلس کے سوا ایک اور بھی مجلس ہونے والی ہے اور اس مجلس میں ہم ہی شامل نہ ہوں گے بلکہ ہمارے باپ دادے اور ہماری آئندہ ہونے والی اولادیں بھی شامل ہوں گی حتیٰ کہ آدم کی اولاد کے جتنے بچے پیدا ہوئے وہ سارے کے سارے شامل ہوں گے اس وقت ظاہری لباسوں اور دنیوی وجاہتوں کو پیش نہیں کیا جائے گا بلکہ ایک نئی چیز پیش کی جائے گی وہ چیز جو ایسی جگہ رکھی جاتی ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتی۔ یعنی وہ خدا تعالیٰ کے خزانہ میں رکھی جاتی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کام کا اچھا نتیجہ اس دنیا میں مل رہا ہوتا ہے اور برا ادھر یعنی اگلے جہان میں محفوظ کیا جا رہا ہوتا ہے۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اچھا نتیجہ ادھر

جس طرح ایک موتی کا کیڑا سمندر کی تہہ میں بیٹھ کر ایسا موتی تیار کرتا ہے جو بادشاہ کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مومن سچے اخلاص سے جو کام کرتا ہے وہ موتی سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا ہے کیونکہ وہی خدا تعالیٰ کے سامنے رکھا جاتا ہے

جمع ہورہا ہوتا ہے اور بُرا اس دنیا میں مل رہا ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے درمیان میں ایک پردہ پڑا ہو اور کچھ بیلنے لگے ہوں جن میں سے بعض کا منہ پردہ کے ایک طرف اور بعض دوسری طرف، بعض میں سے رس ادھر گرتا ہو اور بعض میں سے ادھر، بعض کا چھلکا ایک طرف گرتا ہو اور بعض کا چھلکا دوسری طرف۔ یہی حال انسانی اعمال کا ہوتا ہے بعض کا رس ادھر یعنی اس دنیا میں گرتا ہے اور چھلکا دارالاقامہ یعنی ہمیشہ کے گھر میں۔ اور بعض کا چھلکا اس دنیا میں گرتا ہے اور رس ادھر۔ جب لوگ مرکر اگلے جہان میں جائیں گے تو بعض سے کہا جائے گا کہ لو تمہارے اعمال کا چھلکا محفوظ ہے اسے دوزخ میں ڈال دیتے ہیں، اس سے تمہارے جلانے کے لئے اچھی آگ پیدا ہوگی۔ یہی چیز تمہاری طرف سے یہاں محفوظ رکھنے کے لئے آئی تھی حالانکہ وہ دنیا مین خوش ہو رہے ہوں گے کہ انہوں نے اپنے لئے بہت اچھا رس پیدا کیا۔ اور کئی ایسے ہوں گے کہ دنیا میں ان کو لوگ حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوں گے مگر ان کے بیلنے کا منہ اگلے جہان کی طرف ہوگا اور اس میں سے نکلنے والے رس سے شکر اور کھانڈ بن رہی ہوگی۔ جب وہ وہاں جائیں گے تو اس کے ڈھیر ان کے سامنے لگا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو یہ قند تمہارے اعمال نے تیار کیا تھا۔ اسے لو اور اپنا منہ میٹھا کرو۔ اس دنیا میں ان کو ذلیل سمجھا جاتا تھا کیونکہ ان کے کام کا فضلہ ادھر گر رہا تھا اور رس اگلے جہاں میں۔ لیکن کچھ وہ لوگ جو یہاں معزز سمجھے جاتے ہوں گے وہاں ذلیل ہوں گے کیونکہ ان کے اعمال کا فضلہ وہاں جمع ہورہا تھا اور رس اس جہان میں۔

اس دن جب کہ تمام اگلے پچھلے انسان جمع کئے جائیں گے امتیں انہیں پر فخر کریں گی جنہیں دنیا کی مجلسوں میں ذلیل سمجھا جاتا تھا مگر جو اپنے اخلاص کی وجہ سے خداتعالیٰ کے نزدیک معزز تھے۔ اس مجلس میں وہی معزز قرار دیئے جائیں گے اور ہزاروں آدمی جو یہاں انہیں رشتہ دار سمجھنے کے لئے تیار نہیں، وہاں اپنے اپ کو ان کے قریبی رشتہ دار قرار دیں گے۔ قرآن کریم میں اس موقع کا کیا ہی عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ مومنوں کے ساتھ منافقون کی ایک ایسی جماعت ہے جو قربانیوں میں شامل نہیں ہوتی اور وہ مومنوں سے کہتے ہیں تم مخلص ہو ہم منافق ہی سہی تم قربانیاں کرو ہم شریک نہیں ہوسکتے۔ فرمایا جب قیامت کے دن مومنوں کو نور دیا جائے گا جو جنت کی طرف راہنمائی کرے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں مومنوں سے تمسخر کرتے تھے ٹھوکریں کھاتے ہوئے ان کے پیچھے چلتے ہوں گے اور عاجزانہ طور پر درخواست کریں گے کہ ہمیں بھی نور دے دو۔ چونکہ نور خداتعالیٰ ہی دے سکتا ہے اس لئے مومن ان سے کہیں گ یہ نور تمہیں نہیں دیا جا سکتا تم پیچھے مڑو، وہاں سے ہی نور مل سکتا ہے۔ یعنی اسی دنیا میں سے مل سکتا ہے جس سے تم نے حاصل نہیں کیا۔ پس یہ جو غرباء ہیں، ان کی رقوم سے گو کوئی معتدبہ زیادتی نہیں ہوئی مگر وہ جو اس کا نتیجہ جماعت کو ملنے والا ہے اور جو خداتعالیٰ کی طرف سے فضل کی صورت میں نازل ہونے والا ہے اس میں یقیناً ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اور آسودہ حال لوگ تبھی ان کے برابر ثواب کما سکتے ہیں جبکہ رقم کی زیادتی کے ساتھ نہیں بلکہ نسبتی قربانی کے ساتھ ان کے برابر ہو جائیں۔ ورنہ وہ یاد رکھیں کہ خداتعالیٰ کے دین کے کام روپیہ سے نہیں ہوا کرتے بلکہ خداتعالیٰ کی طرف سے اخلاص کا جو نتیجہ پیدا کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں خداتعالیٰ کے فضل سے جو نتائج حاصل ہو رہے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارے روپیہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ اس کی نسبت دشمن بہت زیادہ روپیہ خرچ کر رہا ہے باوجود اس کے ہم روز بروز بڑھ رہے ہیں اور دشمن گھٹ رہے ہیں۔ یہ روپیہ سے نہیں ہو رہا بلکہ جس اخلاص سے ہماری جماعت کے مخلص روپیہ دیتے ہیں اس کے نتیجہ میں ہو رہا ہے۔ پس میں نے ایسے مخلصین کو ان تحریکات میں شمولیت سے محروم نہیں رکھنا چاہا۔ پھر میں نے کچھ ایسے لوگوں کے لئے پردہ پیدا کیا ہے جو زیادہ حصہ لے سکتے ہیں مگر ممکن ہے زیادہ رقم میں حصہ نہ لیں بوجہ اپنے بخل کے اور جو آج کم بخل دور کرتا ہے ہوسکتا ہے کہ کل خداتعالیٰ اسے اور زیادہ بخل دور کرنے کی توفیق دے دے ایسے لوگ بھی ان تحریکوں میں شامل ہو جائیں اور اس طرح جماعت کا ایک حصہ ایمانی تباہی سے بچ جائے گا۔

> خداتعالیٰ کے دین کے کام روپیہ سے نہیں ہوا کرتے بلکہ خداتعالیٰ کی طرف سے اخلاص کا جو نتیجہ پیدا کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں خداتعالیٰ کے فضل سے جو نتائج حاصل ہو رہے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارے روپیہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے

کھانے وغیرہ کے متعلق گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں میں نے جو کچھ کہا تھا کئی دوستوں نے اس کے متعلق سوالات کئے ہیں۔ بعض کا جواب تو میں نے خطبہ پر نظر ثانی کرتے وقت دے دیا ہے۔ مگر ایک سوال ایسا

ہے جس کے متعلق اب کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ کہا گیا ہے کہ بعض گھرانوں میں نوکروں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، بعض لوگ غرباء اور یتامیٰ کو اپنے ہاں رکھ لیتے ہیں تا کہ وہ تھوڑا بہت کام کر دیا کریں اور تعلیم حاصل کرتے رہیں، بعض کے ہاں یوں بھی ملازمین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اگر وہی کھانا جو وہ خود کھائیں ملازمین کو بھی دیں تو ان کا خرچ گھٹے گا نہیں بلکہ بڑھ جائے گا۔ حدیثوں میں غلاموں کے متعلق تو آتا ہے کہ جو کھانا خود کھاؤ، وہی ان کو بھی کھلاؤ لیکن غلام اور ملازم میں فرق ہے۔ غلام مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے آقا کے ہاں ہی رہیں لیکن ملازم مجبور نہیں ہوتے۔ وہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو کھانا اچھا نہیں ملتا دوسری جگہ جا سکتے ہیں اس لئے جو لوگ ان کو اپنے جیسا کھانا نہیں دے سکتے وہ شرعی طور پر مجبور نہیں۔ اور اگر وہ ملازمین والا کھانا خود نہ کھانا چاہیں تو ان کے لئے الگ پکوا سکتے ہیں لیکن اگر اس کھانے میں سے کھانا چاہیں جو ملازموں کے لئے پکایا جائے تو پھر اپنا کھانا ملازمین کو دے دیں۔ لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا چونکہ میرے مدنظر ہے اس لئے میں تو نہیں کہہ سکتا کہ ملازموں کو بھی وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاؤ۔ وہ لوگ جنہوں نے کئی ملازم رکھے ہوئے ہوں یا پرورش کے طور پر کچھ لوگوں کو رکھا ہوا ہو، ان کی مشکلات کو مدنظر رکھتا ہو میں یہ نہیں کہتا کہ ان کے ہاں ایک ہی کھانا پکے جبکہ شریعت میں اس کے لئے کوئی پابندی نہیں لیکن یہ شرط ضرور لگاتا ہوں کہ وہ اس کھانے کو جو ملازمین وغیرہ کے لئے پکے خود استعمال نہ کریں اور اگر استعمال کریں تو جھجر کے ایک نواب صاحب کی طرح کریں جن کے متعلق کہتے ہیں کہ کھانا تیار ہونے کے بعد وہ باورچی کو بلا کر کہتے کہ تم نے میرے لئے جو سب سے اچھا کھانا پکایا ہے وہ لے آؤ۔ جب وہ لے آتا تو اپنے ایک خاص ملازم کو دے کر کہتے کہ یہ لے جاؤ اور کسی فوجی سپاہی کو دے کر اس کا کھانا لے آؤ اور اس طرح اس کا کھانا منگا کر کھا لیتے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کھانے میں انہیں زہر نہ دے دیا جائے اس لئے ہر روز کسی نئے سپاہی کے کھانے سے اپنے کھانے کا تبادلہ کر لیتے لیکن بعض کا خیال ہے کہ وہ سپاہی منش تھے اور چاہتے تھے کہ سپاہیانہ روح قائم رہے اور کمزوری پیدا نہ ہو۔ مومن چونکہ نیک گمان رکھتا ہے ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ سپاہیانہ زندگی کے قیام کے لئے ایسا کرتے تھے۔ پس اگر کسی کو خواہش پیدا ہو کہ ملازم کے لئے جو کھانا پکا ہے، وہ خود کھائے تو اپنا کھانا اسے دے دے۔ یہ نہیں کہ ملازموں کے نام سے دوسرا کھانا تیار کر لیا جائے اور پھر اس میں خود بھی شرکت کر لی جائے۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں کیا چٹنی کھانی جائز ہے۔ انہیں میں کہتا ہوں جو کام کرو اخلاص اور دیانت سے کرو۔ اس تحریک کی غرض اقتصادی حالت کا درست کرنا اور چسکوں سے بچانا ہے۔ پس اگر کسی دن طبیعت خراب ہوئی اور سادہ چٹنی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اور بات ہے لیکن ان بہانوں سے منہ کے چسکے پیدا کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ انسان تحریک میں شامل ہی نہ ہو۔ پس کبھی کبھار ضرورتاً استعمال میں حرج نہیں ورنہ بہانہ خوری سمجھی جائے گی۔

اب میں

ساتواں مطالبہ

پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس وقت کی تبلیغی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر ان تمام مطالبات کے باوجود جو کر چکا ہوں ہماری تبلیغی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں اور پھر بھی ہماری مثال اُحد کے شہیدوں کی سی رہتی ہے کہ اگر کفن سے ان کے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے ہو جاتے کیونکہ اس وقت اتنا کپڑا میسر نہ تھا جو پورا آ سکتا۔ ہماری بھی اس وقت یہی حالت ہے ہم اگر ایک طرف توجہ کرتے ہیں تو دوسری جہت خالی رہ جاتی ہے اور اگر دوسری جہت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پہلی خالی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ تبلیغی کوششوں کی کوئی اور راہ بھی ہو۔ یعنی ایسی ریزرو فورس ہو کہ ضرورت پڑنے پر اس سے کام لے سکیں اور مبلغین کے کام کے علاوہ اس کے ذریعہ اپنی ضرورتیں پوری کریں۔ سمجھ لو کہ اس وقت پنجاب میں جماعت کی تعداد 56 ہزار ہی ہے جیسا کہ مردم شماری کی رپورٹ میں لکھا گیا ہے اسی نسبت سے سارے ہندوستان میں ایک لاکھ احمدی سمجھ لو۔ تب بھی ان میں سے دس ہزار عاقل بالغ مرد بوڑھے بچے اور عورتیں نکال کر ہوتے ہیں۔ یہ وہ کم سے کم تعداد ہے جو میسر آ سکتی ہے۔ اس میں سے کم از کم ایک ہزار سرکاری ملازم ہوں گے اور سرکاری ملازموں کو کچھ نہ کچھ رخصتیں ملتی ہیں۔ بعض اس قسم کے ملازم ہوتے ہیں کہ اگر ایک سال کی رخصت نہ لیں، دوسرے سال بھی نہ لیں تیسرے سال تین ماہ کی رخصت مل جاتی ہے۔ اگر چار سو بھی ایسے ہوں جن کی رخصتیں اس طرح جمع پڑی ہوں یا قریب کے عرصہ میں جمع ہونے والی ہوں اور وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے ان رخصتوں کو وقف کر دیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک سال کے لئے کام کرنے والے سو مبلغ مل گئے۔ ایسے اصحاب تین تین ماہ کی چھٹیاں لے لیں اور ان چھٹیوں کو سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ پھر ہم انہیں جہاں چاہیں تبلیغ کے لئے بھیج دیں۔ اگر چار سو ایسے اصحاب اپنے آپ کو پیش کریں تو ایک سو مبلغ سال بھر کام کرنے والے اور اگر دو سو پیش کریں تو پچاس مبلغ سال بھر کام کر سکتے ہیں اور اس طرح

تبلیغ کے لئے اچھی خاصی طاقت حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کے متعلق میری سکیم یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ بھیجیں جہاں احمدی جماعتیں نہیں۔ اور جہاں تین ماہ ایک اکیلا احمدی رہے گا جس کا دن رات کام تبلیغ کرنا ہوگا ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں نئی جماعت نہ قائم ہو جائے۔ اگر دو سو اصحاب بھی اپنے آپ کو پیش کر دیں تو پچاس کو ایک وقت میں تبلیغ کے لئے پچاس نئے مقامات پر بھیج سکتے ہیں کہ وہاں تبلیغ کرو۔ اس طرح تین ماہ میں پچاس نئی جماعتیں قائم ہو جائیں گی۔ اگلے تین ماہ میں پچاس، اور پچاس مقامات پر بھیج دیں گے اور اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک سال میں دو سو مقامات پر نئی جماعت قائم ہو سکتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ جس طرح ڈائنامیٹ کے ذریعہ چٹان کو اڑا دیا جاتا ہے اسی طرح احمدی کا وجود ڈائنامیٹ کی حیثیت رکھا ہے جو تاریکی اور ظلمت کو مٹا دیتا ہے، نئی فضا پیدا کر دیتا ہے اور نیا ماحول بنا دیتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جہاں نئی جماعت قائم ہوگی وہاں مخالفت بھی بڑھ جائے گی، لوگ پہلے سے زیادہ گالیاں دینے لگ جائیں گے، احمدیوں کو مارنے پیٹنے پر اتر آئیں گے، زنگ آلودہ دلوں کے زنگ اور ترقی کریں گے اور ان کی روح کی موت اور بھیانک شکل اختیار کر لے گی مگر باوجود اس کے ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو جائے گا جس کے دل ہل جائیں گے اور جس کی روح جنبش میں آ جائے گی اور خواہ کتنی ہی ہلکی ہو محبت الٰہی کی ایک باریک شعاع اڑ کر خدا کی محبت کے سورج میں جذب ہوگی۔ ایک سال میں دو سو نئی جماعتوں کا قائم ہو جانا معمولی بات نہیں۔ اس طرح اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو چار پانچ سال میں ہی عظیم الشان تغیر پیدا ہو جائے گا۔ مبلغین کو ہم اس طرف نہیں لگا سکتے ان کی بہت تھوڑی تعداد ہے پھر ان کے ذمہ مباحثات اور جماعت کی تربیت کا کام ہے۔ ان کی مثال تو اس دانے کی سی ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ ''ایک دانہ کس کس نے کھانا''، تبلیغ کی وسعت کے لئے ایک نیا سلسلہ مبلغین کا ہونا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ سرکاری ملازمین تین تین ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنے آپ کو پیش کریں تا کہ ان کو وہاں بھیج دیا جائے جہاں ان کی ملازمت کا واسطہ اور تعلق نہ ہو۔ مثلاً گورداسپور کے ضلع میں ملازمت کرنے والا امرتسر کے ضلع میں بھیج دیا جائے، امرتسر کے ضلع میں ملازمت کرنے والا کانگڑہ یا ہوشیار پور کے ضلع میں کام کرے گویا اپنے ملازمت کے علاقے سے باہر ایسی جگہ کام کرے جہاں ابھی تک احمدیت کی اشاعت نہیں ہوئی اور وہاں تین ماہ رہ کر تبلیغ کرے۔

میں سمجھتا ہوں وہ جماعت جو یہ کہتی ہے کہ وہ جان اور مال کی قربانیاں کرنے کے لئے ہر طرح تیار ہے، اس کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ اس میں سے چار سو اصحاب ایسے نکلیں جو اپنی تین تین ماہ کی رخصت اپنے گھروں میں نہ گزاریں بلکہ دوسری جگہ دین کی خدمت میں صرف کریں۔ وہاں بھی وہ اپنے ملازمت کے کام سے آرام پا سکتے ہیں۔ ہاں زیادہ بات یہ ہوگی کہ وہاں کے ذریعہ جو جماعت قائم ہوگی اس کے نیک اعمال ان کے نامۂ اعمال میں بھی لکھے جائیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو کسی کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے اس کے نیک اعمال اس کے نامۂ میں بھی لکھے جاتے ہیں جس کے ذریعہ اسے ہدایت ملتی ہے۔ پس اس سکیم پر عمل کرنے سے ایسے شاندار نتائج نکل سکتے ہیں جو باقاعدہ مبلغین کے ذریعہ پیدا نہیں ہو سکتے اور ملک کے ہر گوشہ میں احمدیت کی صدا گونج سکتی ہے۔ ایسے اصحاب کا فرض ہوگا کہ جس طرح ملکانہ تحریک کے وقت ہوا وہ اپنا خرچ آپ برداشت کریں۔ ہم اس بات کو مدنظر رکھیں گے کہ انہیں اتنی دور بھیجا جائے کہ ان کے لئے سفر کے اخراجات برداشت کرنے مشکل نہ ہوں اور اگر کسی کو کسی دور جگہ بھیجا گیا تو کسی قدر بوجھ اخراجات سفر کا سلسلہ برداشت کر لے تو اور باقی اخراجات کھانے، پینے، پہننے کے وہ خود برداشت کریں۔ ان کو کوئی تنخواہ نہ دی جائے گی نہ کوئی کرایہ سوائے اس کے جسے بہت دور بھیجا جائے۔

آٹھواں مطالبہ

وہ ہے جو پہلے شائع ہو چکا ہے یعنی ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں جو تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اس وقت تک سوا سو کے قریب نوجوان اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں جن میں سے تیس چالیس مولوی فاضل ہیں۔ باقی انٹرنس، ایف۔اے اور بی۔اے پاس ہیں۔ یہ تعداد روزانہ بڑھ رہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ قربانی کی روح کہ تین سال کے لئے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا جائے اسلام اور ایمان کے رو سے تو کچھ نہیں لیکن موجودہ زمانہ کی حالت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں لوگ روپیہ حاصل کرنے کے لئے شامل ہوتے ہیں اگر چہ ان کی یہ بات بیوقوفی کی ہے کیونکہ اگر احمدی روپیہ کی خاطر احمدی ہیں تو انہیں روپیہ دیتا کون ہے۔ مگر یہ ان کی آنکھیں کھول دینے والی بات ہے کہ جب احمدی نوجوانوں کو تین سال کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے کے لئے بلایا گیا تو مولوی فاضل، انٹرنس پاس، ایف۔ اے اور بی۔ اے سینکڑوں کی تعداد میں اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ اس قسم کی مثال کسی ایسی قوم میں بھی جو جماعت احمدیہ سے سینکڑوں گنا زیادہ ہو ملنی محال ہے۔ وہی جو

یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آٹھ نو کروڑ مسلمانان ہند کے نمائندے ہیں ایسی مثال تو پیش کریں۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے ریاست کشمیر کے خلاف ایجی ٹیشن کے دوران میں ہزاروں آدمیوں کو قید کرا دیا تھا لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا قید ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دینا اور بات ہے اور کسی مسلسل قربانی کے لئے پیش کرنا اور بات۔ فوری اشتعال دلا کر تو بزدلوں کو بھی لڑایا جا سکتا ہے۔ بدر کی جنگ میں مکہ کے جو رؤساء شریک ہوئے، ان میں اکثر کا یہ خیال ہو گیا تھا کہ جنگ نہ ہو۔ انہوں نے کہا مسلمان بھی ہمارے ہی بھائی بند ہیں اگر جنگ ہوئی تو یہی ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب لوگ تیار ہو گئے کہ صلح کر لیں مگر ابو جہل جو اس ساری شرارت کا روح رواں تھا، مخالفت کرنے لگا اور لوگوں نے اسے سمجھایا کہ جنگ کرنے سے ہماری طاقت بڑھے گی نہیں بلکہ گھٹے گی۔ ابو جہل نے اپنا منصوبہ بگڑتا دیکھ کر ایک رئیس جو مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عرصہ پہلے مارا گیا تھا اس کے بھائی بندوں میں جوش پیدا کرنا چاہا۔ دوسرے رؤسا نے انہیں بلا کر کہا کہ ہم میں دیت کا رواج ہے، ہم تمہارے مقتول کی دیت ادا کر دیتے ہیں۔ اس پر وہ دیت لینے کے لئے تیار ہو گئے۔ تب ابو جہل نے اور شرارت کی۔ اس نے مقتول کے ایک بھائی کو بلا کر کہا کہ تمہارے بھائی کا بدلہ لئے بغیر فوج واپس لوٹنا چاہتی ہے اگر ایسا ہوا تو تم کسی کو منہ دکھا سکو گے۔ اس نے کہا پھر میں کیا کروں۔

عرب میں یہ طریق تھا کہ جب کوئی اپنی مظلومیت اور مصیبت کی فریاد کرنا چاہتا تو ننگا ہو کر رونا پیٹنا اور واویلا کرنا شروع کر دیتا ابو جہل نے کہا تم ننگے ہو کر پیٹنا شروع کر دو۔ اس نے ایسا ہی کیا وہ ننگا ہو کر رونے پیٹنے لگ گیا۔ ایسی حالت میں جونہی اس نے کہا کہ میرا بھائی ایسا بہادر تھا، ایسا محسن تھا مگر آج اس کی بے قدری کی جا رہی ہے اور کوئی اس کا انتقام لینے کے لئے تیار نہیں۔ تو اہل عرب جو احسان کی قدر کرنے میں مشہور تھے، انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور لڑائی شروع ہو گئی۔ وہ اسلام کے لئے تو عظیم الشان فتح کا دن تھا مگر جنہوں نے لڑائی کرائی، ان کے لئے کیسا دن تھا۔ اس دن کفار کے تمام بڑے بڑے سردار مارے گئے اور جیسا کہ بائیبل کی پیشگوئی تھی کہ قیدار کی شوکت باطل ہو جائے گی۔ مکہ کی وادیوں میں رونے اور پیٹنے کے سوا کوئی شغل نہ رہا کیونکہ ہر خاندان میں سے کوئی نہ کوئی مارا گیا۔ تو فوری طور پر لڑا دینا بالکل معمولی بات ہے اصل میں قربانی وہی ہوتی ہے جو لمبے عرصہ کے لئے ہو۔ پس وہ لوگ جو اپنے آپ کو آٹھ کروڑ مسلمانان ہند کے نمائندے کہتے ہیں، وہ بھی جماعت احمدیہ کی قربانی کے نمونہ کی قربانی پیش نہیں کر سکتے۔ وہ نوجوان جنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے، ان کے متعلق آگے تجربہ سے پتہ لگے گا کہ کس قدر شاندار قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر ان میں سے بعض نے ایثار اور اخلاص کا جو اظہار کیا ہے وہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ بدر کے موقع پر دو انصاری لڑکوں نے یہ کہہ کر دکھایا تھا کہ ابو جہل کہاں ہے۔ اور جبکہ عبدالرحمٰنؓ ابھی اس حیرت میں تھے کہ انہوں نے کیا سوال کیا ہے اور وہ ابو جہل کی طرف انگلی سے اشارہ ہی کرنے پائے تھے دونوں لڑکے کود کر اس پر جا پڑے اور اگرچہ وہ زخمی ہو گئے لیکن انہوں نے ابو جہل کو جا گرایا اور اس کی گردن پر تلوار چلا دی۔ اس کے اردگرد جو محافظ کھڑے تھے وہ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ بعض نوجوانوں نے ایسے ہی جوش کا اظہار کیا ہے وہ دین کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے اور ہر قسم کی تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ پھر یہ قربانی ایک دو دن کے لئے یا ایک دو ماہ کے لئے نہیں بلکہ مسلسل تین سال کے لئے ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ بعض نوجوانوں کو ہندوستان سے باہر بھیجا جائے گا اور بعض کو ہندوستان میں ہی دورہ کے لئے بھیجوں گا۔ بعض اور کے ذریعہ سے میں تجربہ کرنا چاہتا ہوں جماعت کے اخلاص کا، ان نوجوانوں کے اخلاص کا جو توکل کر کے نکل کھڑے ہوں اور جو اتنی بھی فکر نہ کریں کہ کل کی روزی انہیں کہاں سے ملے گی وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے چلے جائیں اور تبلیغ کرتے پھریں۔ اسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ حواری نکلے تھے جنہیں کہا گیا تھا کہ اپنے پاس کچھ مت رکھو اور کل کی روٹی کی فکر نہ کرو پھر جہاں سے خدا تعالیٰ انہیں کھلائے کھا لیں اور جہاں سے پلائے پی لیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے ہر گاؤں کے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ جو مہمان آئے تین دن تک اس کی مہمانی کریں۔ پس اگر کسی گاؤں کے لوگ انہیں کھلائیں تو کھا لیں اور اگر نہ کھلائیں تو سمجھیں کہ اس گاؤں والوں نے اپنا حق پورا نہیں کیا۔ اس میں گاؤں والوں کا قصور ہوگا، مہمان بننے والوں کا نہیں۔

بعض نوجوانوں کو میں اس طرح استعمال کرنا چاہتا ہوں اور بعض کے لئے اور طریق اختیار کروں گا۔ بہرحال ان کی آزمائش کی جائے گی اور دیکھا جائے گا کہ قربانی کے متعلق ان کے دعوے کیسے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں ان کے دعوے ایسے نہیں ہوں گے جیسا کہ اپنے بازو پر شیر گدوانے والے کا دعویٰ تھا۔ گودنے والے نے جب اس کے بازو پر سوئی ماری تو اس نے کہا گدتے ہو؟ اس نے کہا دایاں کان گودتا ہوں وہ کہنے لگا کیا دائیں کان کے بغیر شیر رہتا ہے یا نہیں؟ گودنے والے نے کہا رہتا ہے۔ اس نے کہا پھر اسے چھوڑ دو آگے چلو۔ اس کے بعد

جب اس نے سوئی ماری تو وہ پوچھنے لگا اب کیا گودتے ہو؟ اس نے کہا بایاں کان گودتا ہوں۔ کہنے لگا اگر وہ بھی کٹ جائے تو شیر رہتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا رہتا ہے۔ وہ کہنے لگا اسے بھی چھوڑ دو۔ اسی طرح اس نے ہر ایک عضو پر کہا آخر گودنے والے نے سوئی رکھ دی اور کہنے لگا اب کوئی شیر نہیں رہتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ جن نوجوانوں نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کیا ہے ان کا پیش کرنا اس رنگ کا نہ ہوگا بلکہ حقیقی رنگ کا ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو نوجوان میری سکیم کے ماتحت کام پر نہ لگائے جائیں ان میں سے بھی جو بیکار گھروں پر بیٹھے ہیں اور جو باہمت ہیں، انہیں خود بخود نکل جانا چاہئے۔ وہ جائیں اور جہاں سے خدا انہیں دے کھائیں اور ساتھ تبلیغ کرتے رہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جہاں کوئی جائے، وہاں سے اسے تین دن تک کھانا کھانے کا حق ہے۔ اب یہ اسلامی طریق جاری نہیں ورنہ ہوٹلوں وغیرہ کی ضرورت ہی نہ رہے۔ جہاں کوئی جائے وہاں کے لوگوں کا فرض ہو کہ اسے کھانا دیں۔ اس قسم کا نظام تو جب خدا تعالیٰ چاہے گا، قائم ہوگا اور اسی وقت حقیقی امن دنیا کو حاصل ہوگا۔ آج کل تو موجودہ حالات پر ہی قناعت کرنی ہوگی۔ اس موجودہ گری ہوئی حالت میں بھی میں سمجھتا ہوں زمیندار طبقہ مہمان نوازی کے فرائض کو نہیں بھولا اور یہ آسانی فقیر جہاں کہیں جائیں گے اول تو ضرورت نہ ہوگی کہ خود کہیں کہ کھانے کو دو لیکن اگر ضرورت پیش آئے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ صحابہ نے خود مہمانی مانگی۔ ایک جگہ کچھ صحابہ گئے تو وہاں ایک شخص ان کے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ ایک آدمی کو سانپ نے ڈس لیا اس کا کوئی علاج جانتا ہے۔ ایک صحابی نے کہا میں جانتا ہوں مگر دس بکریاں لوں گا۔ چنانچہ دس بکریاں لے کر انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور وہ شخص اچھا ہو گیا۔ بعض ساتھیوں نے اس کے اس فعل پر اعتراض کیا اور بکریوں کی تقسیم رسول کریم ﷺ سے استصواب کر لینے تک ملتوی کی گئی۔ رسول کریم ﷺ کے حضور جب معاملہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا بالکل جائز ہے بلکہ تم ان بکریوں میں میرا حصہ بھی رکھو۔ رسول کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرا حصہ بھی رکھو اس غرض سے تھا کہ ان لوگوں کا شک دور ہو جائے۔ اور آپ کا بکریوں کو جائز قرار دینا میرے نزدیک اس قدر دم کر کے روپیہ لینے کی اجازت کے لئے نہ تھا جس قدر کہ یہ بتانے کے لئے کہ مہمانی مسافر کا حق اور اگر کسی جگہ کے لوگ یوں مہمانی نہ دیں تو دوسرے جائز ذرائع سے اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مہمانی طلب کرنا سوال نہ ہوگا بلکہ حق ہوگا۔ ہماری جماعت یہ حق ادا کرتی ہے۔ سینکڑوں غیر احمدی آتے اور لنگر خانہ سے کھانا کھاتے ہیں۔ ہم نے کبھی کسی کو منع نہیں کیا اور جب ہم ان کو مہمان نوازی کا حق دیتے ہیں تو ہمارے آدمی جا کر اگر یہ حق لیں تو یہ ناجائز نہیں ہے۔

پس وہ ہمت اور جوش رکھنے والے نوجوان جو میری سکیم میں آنے سے باقی رہ جائیں وہ اپنے طور پر ایسے علاقوں میں چلے جائیں جہاں احمدیت ابھی تک نہیں پھیلی اور وہاں دورہ کرتے ہوئے تبلیغ کریں۔ چند معمولی دوائیں ساتھ رکھ کر عام بیماریوں کا جن کے علاج میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا علاج بھی کرتے جائیں۔ ایسا معمولی علاج انہیں سکھایا جا سکتا ہے اور ارزاں ادویہ مہیا کی جا سکتی ہیں۔ یہ مزید ثبوت ہوگا اس بات کا کہ ہمارے نوجوان دین کے متعلق اپنی ذمہ داریاں سمجھتے ہیں اور انہیں خود بخود ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس قسم کے لوگ کسی جماعت میں پیدا ہو جائیں تو خواہ وہ کتنی ہی کمزور اور کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو، دوسروں کو کھا جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے مومنوں کی جماعت کو سانپ قرار دیا ہے۔ اصلی سانپ میں یہ عیب ہوتا ہے کہ وہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو کاٹ کھاتا ہے مگر جب ایک سپاہی دشمن پر گولی چلاتا ہے تو اس کے اس فعل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا اس وقت وہ سانپ والا ہی کام نہیں کرتا؟ کرتا ہے۔ مگر بے قصور شخص کے متعلق نہیں بلکہ کھلے دشمن کے متعلق، اس لئے قابل قدر سمجھا جاتا ہے۔ پس مومن کا کام دشمن کی طاقت کو توڑنا ہے اور اس کے فریب کے جال کو تباہ کرنا۔ مگر اس سے پہلے وہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے جب وہ ایسا کر لیتا ہے تو جو شخص ایسے مومن کے خلاف اٹھتا ہے وہ یا تو اس کے زہر سے مارا جاتا ہے یا اس کے تریاق سے بچایا جاتا ہے۔

نواں مطالبہ

اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جو لوگ تین ماہ نہ دے سکیں کیونکہ بعض ایسے ملازم ہوتے ہیں جن کو اس طرح چھٹی نہیں ملتی جیسے مدرس ہیں یا جن کی تین ماہ کی رخصت جمع نہیں ہے یا جنہیں ان کا محکمہ تین ماہ کی رخصت نہ دینا چاہے ایسے لوگ جو بھی موسمی چھٹیاں یا حق کے طور پر ملنے والی چھٹیاں ہوں، انہیں وقف کر دیں۔ ان کو قریب کے علاقہ میں ہی کام پر لگا دیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں اگر دوست چھٹیوں کو ہی معقول طریق پر تبلیغ میں صرف کریں تو تھوڑے عرصہ میں کایا پلٹ سکتی اور رنگ بدل سکتا ہے۔ ہر عقل مند کو ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ اپنی طاقت کو صحیح طور پر استعمال کرے اور جب ایسا ہو تو بہت سی چیزیں جو دوسری صورت میں وقت کو ضائع اور طاقت کو کم کرنے والی ہوتی ہیں، طاقت کو بڑھا دیتی ہیں۔ اب اگر ایک ہزار آدمی اس طرح تبلیغ کے لئے اپنی چھٹیاں دیں تو قریباً سو مبلغ ایک ایک وقت میں کام کرنے والے مہیا ہو سکتے ہیں۔ اور اگر چار پانچ

سال تک بھی یہ سلسلہ جاری رہے تو علاوہ مستقبل مبلغوں اور ان لوگوں کے جو انفرادی طور پر تبلیغ کا کام کرتے ہیں واضح تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔ ان میں کھیتی باڑی کرنے والے لوگوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ دین کی تبلیغ کرنے کے لئے کسی مولوی فاضل یا انٹرنس پاس کی ضرورت نہیں۔ یہ شرط تو میں نے ممالک غیر میں بھیجنے والوں کے متعلق لگائی تھی ورنہ بعض پرائمری پاس بھی بہت اچھی لیاقت رکھتے ہیں اور مڈل پاس بھی۔ اور زمینداروں میں سے بھی ایف۔اے، انٹرنس، مڈل اور پرائمری پاس مل سکتے ہیں۔ اس طرح اگر چار ہزار آدمی بھی کام میں لگ جائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تین سو سے بھی زائد مبلغ ایک وقت میں کام کرنے والے نئے مل گئے۔ اتنے مبلغ اگر پنجاب میں لگا دیئے جائیں جو دن رات تبلیغ کے سوا اور کوئی کام نہ کریں تو غور کرو کتنا عظیم الشان کام ہو سکتا ہے۔ اصل سوال قربانی کے جذبہ اور ارادہ کا ہوتا ہے۔ اور سوائے روپیہ کے جس کام کا ارادہ کریں گے کہ یہ ہونا چاہئے وہ ہونے لگ جائے گا۔ جس طرح خدا تعالیٰ کُنْ کہتا ہے تو ہو جاتا ہے، اسی طرح خدا تعالیٰ کے بندوں کو بھی یہ خاصیت دی جاتی ہے اور ان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ ہم کُنْ کہنے والے کی جماعت ہیں ہمارے لئے بھی یہی ہے کہ جس کام کو ہم کہیں ہو جا، وہ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کئی مخلص بندوں کو یہ رتبہ دیا ہے کہ وہ جب کسی کام کے متعلق کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ کئی دفعہ میرے پاس خط آتے ہیں کہ فلاں مقصد میں کامیابی کے لئے دعا کریں۔ میں جواب لکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کا مقصد پورا کرے مگر لکھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کا پورا کرے گا۔ پھر خبر آتی ہے کہ مقصد پورا ہو گیا۔ کئی دفعہ ''کرے گا'' کے لفظ کو کاٹنے کو دل کرتا ہے لیکن، تجربہ نے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے اب میں بہت کم ایسا کرتا ہوں۔

غرض اپنے متعلق اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ خدا تعالیٰ کا یہی تصرف دیکھا ہے کہ اسی طرح ہو جاتا ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ اس لئے کہتا ہوں کہ لفظی الہام فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِیْ۔ جیسا بندہ ہمارے متعلق گمان کرتا ہے ویسا ہی ہم اس سے سلوک کرتے ہیں۔ وہ جن کے دلوں میں اپنی ہستی کا یقین نہیں ہوتا یا خدا تعالیٰ کے متعلق یقین نہیں ہوتا ان کو کچھ نہیں

> جس طرح خدا تعالیٰ کُنْ کہتا ہے تو ہو جاتا ہے، اسی طرح خدا تعالیٰ کے بندوں کو بھی یہ خاصیت دی جاتی ہے اور ان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ ہم کُنْ کہنے والے کی جماعت ہیں ہمارے لئے بھی یہی ہے کہ جس کام کو ہم کہیں ہو جا، وہ ہو جاتا ہے

بھی کئی دفعہ ٹل جاتا ہے تو قلبی الہام بھی بدلے ہوئے حالات میں بدل سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کو بھی یہ طاقت دی جاتی ہے کہ وہ جس بات کو کہیں کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت ارادہ کرے کہ تبلیغ کرنی ہے، پھر تبلیغ ہونے لگے گی۔ ہم فیصلہ کر لیں کہ ہم مبلغ بن کر رہیں گے تو خدا تعالیٰ مبلغ بننے کی توفیق دے دے گا۔ ہم پختہ ارادہ کر لیں کہ لوگوں کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کریں گے تو وہ داخل ہونے لگ جائیں گے۔ دیکھو آک کا ٹِڈا آک کے پتوں میں رہ کر ایسا ہی رنگ اختیار کر لیتا ہے اور تیتری جن پھولوں میں اڑتی پھرتی ہے، ان کا رنگ حاصل کر لیتی ہے۔ کیا ہم ٹڈوں اور تیتریوں سے بھی گئے گزرے ہیں اور ہمارا خدا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) آک اور پھولوں سے بھی گیا گزرا ہے کہ ٹڈا آک کے پتوں میں رہتا ہے تو ان کا رنگ قبول کر لیتا ہے تیتریاں جن پھولوں میں رہتی ہیں وہ ان کا رنگ اخذ کر لیتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے بندے اس کے پاس جائیں اور وہ اس کا رنگ نہ قبول کریں۔ دراصل وہ اپنے دل کی بدظنی ہی ہوتی ہے جو انسان کو ناکام و نامراد رکھتی ہے۔ رسول کریم ﷺ

ملتا۔ لیکن جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں معزز بنایا ہے اور بڑی بڑی طاقتیں عطا کی ہیں اور وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا اور بڑے بڑے انعام دینے والا ہے، وہ خالی نہیں رہتے اور اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ لے کر رہتے ہیں۔ وہی خدا کے سچے بندے ہیں ان کا خدا ان سے خوش ہے اور وہ اپنے خدا سے خوش ہیں۔ زمینداروں کے لئے بھی چھٹی کا وقت ہوتا ہے۔ انہیں سرکار کی طرف سے چھٹی نہیں ملتی بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ یعنی ایک موقع آتا ہے جو نہ کوئی فصل بونے کا ہوتا ہے اور نہ کاٹنے کا۔ اس وقت جو تھوڑا بہت کام ہو، اسے بیوی بچوں کے سپرد کر کے وہ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔ ہم ان کی لیاقت کے مطابق اور ان کی طرز کا ہی کام انہیں بتا دیں گے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے اعلیٰ نتائج رونما ہوں گے۔ مثلاً ان سے پوچھیں گے کہ تمہاری کہاں کہاں رشتہ داریاں ہیں اور کہاں کے رشتہ دار احمدی نہیں۔ پھر کہیں گے جاؤ ان کے ہاں مہمان ٹھہرو اور ان کو تبلیغ کرو۔ اس پر کچھ خرچ بھی نہ ہوگا کیونکہ رشتہ داریاں قریب قریب ہوتی ہیں۔ یا پھر بہت تھوڑا کرایہ خرچ

ہوگا۔ اس طرح وہ ان کے ہاں رہیں اور انہیں تبلیغ کریں۔ اس عرصہ میں اگر ایک بھی بیج بویا گیا تو آگے وہ خود ترقی کرے گا۔ اس طرح سینکڑوں مبلغ باقاعدہ طور پر تبلیغ کرنے والے پیدا ہو سکتے ہیں۔ زمینداروں سمیت پانچ چھ سو بلکہ ہزار تک مبلغ ایک قوت میں کام کر سکتے ہیں۔

دسواں مطالبہ

یہ ہے کہ اپنے عہدہ یا کسی علم وغیرہ کے لحاظ سے جو لوگ کوئی پوزیشن رکھتے ہوں یعنی ڈاکٹر ہوں، وکلاء ہوں یا اور ایسے معزز کاموں پر ملازمتوں پر ہوں جن کو لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں تا کہ مختلف مقامات کے جلسوں میں خواہ ان کے منہ سے وہی باتیں نکلیں جو مولوی بیان کرتے ہیں مگر ان کا اثر بہت زیادہ ہوگا۔ ایسے طبقوں کے لوگ ہماری جماعت میں چار پانچ سو سے کم نہیں ہوں گے مگر اسوقت دو تین کے سوا باقی دینی مضامین کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس وقت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب، قاضی محمد اسلم صاحب اور ایک دو اور نوجوان ہیں، ایک دہلی کے عبدالمجید صاحب ہیں جنہوں نے ملازمت کے دوران میں ہی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا وہ لیکچر بھی اچھا دے سکتے ہیں، سرحد میں قاضی محمد یوسف صاحب ہیں غرض ساری جماعت میں دس بارہ سے زیادہ ایسے لوگ نہیں ہوں گے۔ باقی سمجھتے ہیں انہوں نے فراغت پالی ہے کیونکہ لیکچر دینے کے لئے مولوی تیار ہو گئے ہیں۔ اسی طرح ایک تو ان علیہ السلام کی قدر بھی کرتے کہ انہوں نے خواجہ صاحب کو عیسائی ہونے سے بچایا۔ میں سمجھتا ہوں اگر اچھی پوزیشن رکھنے والا ہر شخص اپنے حالات بیان کرے اور بتائے کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر کے کس قدر روحانی ترقی حاصل ہوئی اور کس طرح اس کی حالت میں انقلاب آیا۔ ڈاکٹر یا وکیل یا بیرسٹر ہو کر قرآن اور حدیث کے معارف بیان کرے تو سننے والوں پر اس کا خاص اثر ہو سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی بیان کی جائے بلکہ ان مسائل کو بیان کرنا بھی ضروری ہے جو قبول احمدیت میں روک بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً فسق و فجور میں لوگوں کا ابتلاء ہونا، نمازوں سے دوری، مذہب سے بے رغبتی وغیرہ۔ ان امور کے متعلق اگر کوئی بیرسٹر یا وکیل یا جج ڈاکٹر لیکچر دے تو کئی لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے مولویوں کے مونہوں سے ان کے متعلق باتیں سن کر کوئی توجہ نہ کی ہوگی مگر پھر مان لیں گے۔ اس قسم کے لوگ اگر علاوہ اس قربانی کے جس قدر چھٹی مل سکے اس میں تبلیغ کریں، اپنے نام دے دیں اور کہہ دیں کہ جہاں موقع ہو ان کو بلا لیا جائے تو ان سے بہت مفید کام لیا جا سکتا ہے اور یہ کام زیادہ نہ ہوگا۔ سال میں ایک ایک دو دو لیکچر حصہ میں آئیں گے۔ یہ لوگ اگر لیکچروں کے لئے معلومات حاصل کرنے اور نوٹ لکھنے کے لئے قادیان آجائیں تو میں خود ان کو نوٹ لکھا سکتا ہوں یا دوسرے مبلغ لکھا دیا کریں گے۔ اس طرح ان کو سہارا بھی دیا جا سکتا ہے۔ شروع شروع میں خواجہ صاحب یہاں سے بہت نوٹ لکھایا کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ ان کو مشق ہوگئی۔ جن اصحاب کے میں نے نام لئے ہیں کہ اس رنگ میں تبلیغ کرنے میں حصہ لیتے ہیں ان کے لئے بھی ابھی گنجائش ہے کہ اور زیادہ حصہ لیں۔ اس طرح بھی تبلیغ میں نئی روح پیدا کی جا سکتی ہے۔ اگر دو تین سو

> **جب لیکچر دینے والے ڈاکٹر، بیرسٹر، وکیل یا دوسرے معزز پیشوں اور عہدوں کے لوگ ہوں گے تو لوگ صرف تماشہ دیکھنے نہیں بلکہ حاصل کرنے کے لئے جمع ہوں گے اور بہت سے لوگ سلسلہ کی طرف رغبت کرنے لگیں گے**

مبلغوں کے سوائے ان کو بھیجا جائے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اکثر لوگوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ مولوی آتے ہیں تقریریں کر جاتے ہیں اور یہ ان کا پیشہ ہے۔ وہ لوگ ہمارے مولویوں کی قربانیوں کو نہیں دیکھتے اور انہیں اپنے مولویوں پر قیاس کر لیتے ہیں حالانکہ ان کے مولویوں اور ہمارے مولویوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہمارے مولوی حقیقی عالم ہوتے ہیں اور ان کے مولوی محض جاہل۔ مگر لوگ ظاہری شکل دیکھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ احمدی مولوی بھی عام مولویوں کی طرح ہی ہیں۔ لیکن تقریر کرنے والا کوئی وکیل، کوئی ڈاکٹر یا کوئی اور عہدہ دار ہو تو لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ اس جماعت کے سب افراد میں خواہ وہ کسی طبقہ کے ہوں دین سے رغبت اور واقفیت پائی جاتی ہے اور کی اپنی زبانوں کو زنگ لگ رہا ہے پھر دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکتے۔ مجھے یاد ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کو لیکچر دینے کا شوق تھا اور انہوں نے اس رنگ میں خدمت کی ہے۔ کسی نے ان کے متعلق کہا وہ شہرت چاہتے ہیں اس لئے لیکچر دیتے پھرتے ہیں۔ میں نے کہا اگر وہ شہرت کے لئے ایسا کرتے ہیں تو تم خدا کے لئے کیوں اسی طرح نہیں کرتے۔ بہر حال ان کو دُھن تھی اور وہ لیکچر دینے جایا کرتے تھے۔ میں نے ان کے کئی لیکچر سنے ہیں۔ جب وہ لیکچر دیتے ہوئے اس موقع پر آتے کہ خواہ تم حضرت مرزا صاحب کو برا کہو مگر میں عیسائی ہونے لگا تھا مجھے انہوں نے ہی بچایا تو اس طرح لوگوں کے دلوں میں حضرت اقدس کے متعلق اُنس پیدا ہو جاتا اور حضرت مسیح موعود

ڈاکٹر، وکیل اور بیرسٹر اور اچھے عہدیدار لیکچر دینے لگیں تو لوگوں کی طبائع میں ایک نیا رنگ پیدا ہوسکتا ہے۔ مولویوں کے لیکچر کے متعلق تو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ فلاں ان کا مولوی اور فلاں ہمارا مولوی، ان کی آپس میں لڑائی دیکھنی چاہئے۔ لیکن جب لیکچر دینے والے ڈاکٹر، بیرسٹر، وکیل یا دوسرے معزز پیشوں اور عہدوں کے لوگ ہوں گے تو لوگ صرف تماشہ دیکھنے نہیں بلکہ حاصل کرنے کے لئے جمع ہوں گے اور بہت سے لوگ سلسلہ کی طرف رغبت کرنے لگیں گے۔ پرانے دوستوں میں سے کام کرنے والے ایک میر حامد شاہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ ان کو خواجہ صاحب سے بھی پہلے لیکچر دینے کا جوش تھا اور ان کے ذریعہ بڑا فائدہ پہنچا۔ وہ ایک ذمہ دار عہدہ پر لگے ہوئے تھے باوجود اس کے تبلیغ میں مصروف رہتے اور سیالکوٹ کی دیہاتی جماعت کا بڑا حصہ ان کے ذریعہ احمدی ہوا۔

گیارھواں مطالبہ

یہ ہے کہ ایک دفعہ میں نے تحریک کی تھی کہ 25 لاکھ سے ریزرو فنڈ قائم کیا جائے اور اس طرح آمد کی ایسی صورت پیدا کی جائے کہ اس کے ساتھ ہنگامی کام کئے جا سکیں۔ اب ہمارا بجٹ ایسا ہوتا ہے کہ ہم ہنگامی کام پر کچھ خرچ نہیں کر سکتے۔ یہی دیکھو اس وقت کتنا بڑا ہنگامہ شروع ہے مگر بعض دفعہ دس بیس روپے خرچ کرنے کے لئے بھی کام میں روک پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طرح بجٹ کی رقم سے زیادہ ہو جائے گا۔ حالانکہ حقیقتاً یہ ہونا چاہئے کہ دس لاکھ کا بجٹ ہو تو اس میں سے اڑھائی لاکھ مقررہ خرچ کے لئے ہو اور باقی ہنگامی اخراجات کے لئے ہو۔ یعنی جو حملے جماعت پر ہوں ان کے دفعیہ کے لئے خرچ کیا جائے۔ یا خود دوسروں پر جو حملے کئے جائیں ان میں خرچ ہو۔ اب تو بجٹ نپا تلا ہوتا ہے اتنی رقم مبلغین کی تنخواہوں کی، اتنی مدرسین کی، اتنی وظائف کی اور اتنی لنگر کی، اتنی کلرکوں اور اتنی ناظروں کی تنخواہوں کی اور بس۔ مگر ہنگامی خرچ ساڑھے تین لاکھ کے بجٹ میں دس ہزار یا اس سے بھی کم نکلے گا۔ حالانکہ اصل چیز جس سے جماعت کی ترقی ہوسکتی ہے ہنگامی کام ہی ہے۔ ہم سارے ملک کا سروے کریں اور دیکھیں کہ کہاں کہاں کامیابی ہوسکتی ہے اور پھر وہاں زور دیں۔ اب تو اگر کوئی موقع نکلے تو بھی اخراجات یا کئی مشکلات کی وجہ سے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ پچھلے دنوں بنگال کے متعلق معلوم ہوا کہ وہاں ایک پیر صاحب فوت ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے مریدوں کو کہا تھا کہ امام مہدی آ گئے ہیں، ان کی تلاش کرو۔ ہمارے ایک دوست نے ان میں تبلیغ کی اور ان میں سے بعض نے مان لیا لیکن بعض نے کہا کہ ہم میٹنگ کر کے سب کے سب اکٹھے فیصلہ کریں گے۔ میں نے ایک مبلغ کو مقرر کیا کہ ان لوگوں سے جا کر ملے اور انہیں فیصلہ کرنے میں مدد دے مگر تین چار ماہ کے بعد دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مبلغ جا کر شہر میں بیٹھا ہوا ہے اور جن علاقوں میں وہ لوگ ہیں وہاں نہیں جا سکا کیونکہ دعوت و تبلیغ کا محکمہ سفر خرچ کا انتظام نہیں کر سکا اور اس طرح بیس تیس ہزار آدمی کی ہدایت کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ کیونکہ اس عرصہ میں مخالفت اس علاقہ میں تیز ہو گئی اور وہ لوگ ڈر گئے۔ تو کئی ایسے مواقع ہوتے ہیں کہ ہنگامی خرچ کرنے سے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے یا جماعت کے اثر اور وقار میں بہت بڑا اضافہ ہوسکتا ہے۔ مگر اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں کیونکہ جس قدر آمد ہوتی ہے مقررہ اخراجات پر ہی صرف ہو جاتی ہے۔ دراصل خلیفہ کا کام نئے سے نئے حملے کرنا اور اسلام کی اشاعت کے لئے نئے سے نئے رستے کھولنا ہے مگر اس کے لئے بجٹ ہوتا ہی نہیں سارا بجٹ انتظامی امور کے لئے یعنی صدر انجمن کے لئے ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سلسلہ کی ترقی افتادی ہو رہی ہے اور کوئی نیا رستہ نہیں نکلتا۔ ہم کوئی نئی کوشش نہیں کر سکتے۔ اسی لئے میں نے اس وقت کہا تھا کہ دس سال کے اندر اندر ایسے تغیرات ہونے والے ہیں کہ ہندوستان کی حالت بدل جائے گی اور اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔ بالشوزم (Bolshevism) ہندو اور مسلمانوں میں پھیل رہی ہے اور یہ دجالیت کا فتنہ کہیں احراریوں کی شکل میں، کہیں کسان سبھا کی صورت میں اور کہیں سوشلزم کے نام کے نیچے کام کر رہا ہے یہ سب ایک ہی روسی بالشویک کی شاخیں ہیں خواہ براہ راست ان کے اثر کے نیچے، خواہ ان کے خیالات سے کلی یا جزئی طور پر متاثر ہو کر۔ بالشوزم کی غرض مذہب کو باطل کرنا ہے۔ ان تحریکوں کا اثر بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ مذہب کے خلاف پڑتا ہے۔ بظاہر ان شاخوں میں کام کرنے والے بعض افراد مذہب کی تائید کرتے ہیں مگر حقیقت میں ان تحریکوں کا مذہب سے تعلق نہیں بلکہ مجموعی اثرات کے خلاف ہی پڑتا ہے۔ صوبہ سرحد کے سرخ پوشوں کو دیکھو کتنا اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب موقع آیا تو کانگرس کے ساتھ مل گئے۔

پس ان لوگوں کا دعویٰ نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ جا کدھر رہے ہیں۔ یہ ہو ہی کس طرح سکتا ہے کہ ایک اسلام کی خیر خواہ اور اسلام کی محافظ جماعت ہو اور آریہ، عیسائی وغیرہ اس کی مدد کریں۔ یہی دیکھ لو یہاں کے آریوں نے احراریوں کو جلسہ کرنے کے لئے جگہ دی ہندو افسر احراریوں کی ہمارے خلاف مدد کرتے رہے۔ اگر ہم اسلام کو تباہ کرنے والے اور مسلمانوں کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنے والے ہیں تو چاہئے تھا کہ غیر مسلم دوڑ کر

ہمارے پاس آتے اور کہتے ہم تمہاری مدد کرنے کے لئے آئے ہیں مگر ہوتا کیا ہے یہ کہ ہماری بجائے احراریوں کی مدد کی جاتی ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ تھی کہ بعض افسر تنخواہ تو گورنمنٹ سے پاتے تھے مگر مدد احراریوں کی کر رہے تھے۔ دراصل وہ حرام خوری کر رہے تھے کہ حکومت سے تنخواہیں لے کر حکومت ہی کی جڑیں کاٹ رہے تھے اور اس کے دشمنوں کی مدد کر رہے تھے۔ غرض اس قسم کی تحریکیں پیدا ہو رہی ہیں جو جلد سے جلد موجودہ نظام دنیا میں تغیر پیدا کر رہی ہیں ایسا تغیر جو اسلام کے لئے سخت مضر ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آج سے دس سال قبل میں نے ریزرو فنڈ قائم کرنے کے لئے کہا تھا تا کہ اس کی آمد سے ہم ہنگامی کام کر سکیں مگر افسوس جماعت نے اس کی اہمیت کو نہ سمجھا اور صرف 20 ہزار کی رقم جمع کی۔ اس میں سے کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ نے ایک جائیداد کی خرید پر لگا دی اور کچھ رقم کشمیر کے کاموں کے لئے قرض لے لی گئی اور بہت تھوڑی سی رقم باقی رہ گئی۔ یہ رقم اس قدر قلیل تھی کہ اس پر کسی ریزرو فنڈ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ ہنگامی کاموں کے لئے تو بہت بڑی رقم ہونی چاہئے جس کی معقول آمدنی ہو۔ پھر اس آمدنی میں سے ہنگامی اخراجات کرنے کے بعد جو کچھ بچے اس کو اسی فنڈ کی مضبوطی کے لئے لگا دیا جائے تا کہ جب ضرورت ہو اس سے کام لیا جا سکے۔ دوستوں نے اس کے متعلق بڑے بڑے وعدے کئے۔ ایک صاحب نے کہا میرے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع کرنا بھی مشکل نہیں مگر افسوس وعدوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔ جن صاحب نے ایک لاکھ کا وعدہ کیا تھا وہ ایک سو بھی مہیا نہ کر سکے۔ سب سے زیادہ حصہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے لیا تھا انہوں نے دو تین ہزار کے قریب رقم دی تھی۔ باقی لوگوں نے تھوڑی تھوڑی رقم دی اور پھر خاموش ہو گئے اور پانچ چھ سال سے اس میں کوئی آمد نہیں ہوئی۔ میں اب پھر جماعت کو اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس رقم کا جمع کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میاں احمد دین صاحب زرگر کشمیر فنڈ کے لئے پھرتے رہتے ہیں۔ کئی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنا خرچ لیتے ہیں۔ بے شک ان کو خرچ دیا جاتا ہے کیونکہ کام کرنے والے کو خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے مگر میں نے دیکھا ہے جہاں کے متعلق مقامی لوگ کہتے ہیں کہ کچھ نہیں مل سکتا، وہاں سے بھی وہ چالیس پچاس روپے کشمیر ریلیف فنڈ میں جمع کر لیتے ہیں۔ اور پھر لوگ لکھتے ہیں کہ ان کو وصول کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا وصول کرنے کے لئے ڈھنگ کی ضرورت ہے، یہ نہیں کہ ملتا نہیں۔ اگر ایک ہزار آدمی بھی اس بات کا تہیہ کر لے کہ ریزرو فنڈ جمع کرنا ہے اور ہر ایک کی رقم دو سو بھی رکھ لی جائے تو بہت بڑی رقم ہر سال جمع ہو سکتی ہے اور پھر اس کی آمد سے ہنگامی کام بآسانی کئے جا سکتے ہیں اور جب کوئی ہنگامی کام نہ ہو تو آمد بھی اصل رقم میں ملائی جا سکتی ہے۔ جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک ہنگامی کاموں کے لئے بہت بڑی رقم خلیفہ کے ماتحت نہ ہو کبھی ایسے کام جو سلسلہ کی وسعت اور عظمت کو قائم کریں نہیں ہو سکتے۔

> **میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں، خدا نے ان کو موقع دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں یعنی دین کی خدمت کریں اس سے اچھی بات ان کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے**

بارھواں مطالبہ

یہ ہے کہ جب یہ کام کئے جائیں گے تو مرکز میں کام بڑھے گا۔ کئی باہر کے لوگ جو کہتے ہیں کہ یہاں کارکنوں کو کم کام کرنا پڑتا ہے۔ ان سے میں کہا کرتا ہوں کہ خود یہاں آ کر کام کرو اور جب کوئی آ کر کام کرتا ہے تو پھر کہتا ہے یہاں تو بڑا کام کرنا پڑتا ہے۔ کل ہی خان صاحب فرزند علی صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ جتنا کام نظارت امور عامہ کا کرنا پڑتا ہے میں نے اپنی ملازمت کے پندرہ (یا بیس سال کہا) آخری سالوں میں اتنا زیادہ کام نہیں کیا۔ تو کام تو یہاں ہے اور بہت بڑا کام ہے۔ میں صبح اپنے دفتر میں آ کر کام شروع کرتا ہوں، رقعے اور ڈاک اور دفتروں کے کاغذات دیکھتا ہوں، پھر ملاقات کرنے والوں سے ملاقات کرتا ہوں، اسی میں دفتر کے اوقات کے چھ سات گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں اور کسی کام کے لئے کوئی وقت نہیں بچتا۔ پھر لوگ امید رکھتے ہیں کہ میں سکیمیں پیش کروں، ان کی نگرانی کروں، تقاریر کروں اور تصانیف بھی کروں اس میں شبہ نہیں کہ خلیفہ ایک ہی ہو سکتا ہے ناظروں کی طرح زیادہ خلیفے نہیں ہو سکتے لیکن اگر خلیفہ کے ماتحت زیادہ کام کرنے والے ہوں تو اس تک گو معاملات پھر بھی آئیں گے لیکن وہ کام کرنے کے گر بتائے گا اور کام دوسرے کر لیں گے۔ موجودہ حالات میں کام چل ہی نہیں سکتا جب تک زائد آدمی کام کرنے والے نہ ہوں۔ مگر بجٹ پہلے ہی پورا نہیں ہوتا تو اور آدمی کس

طرح رکھے جاسکتے ہیں اس لئے میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں، خدا نے ان کو موقع دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں یعنی دین کی خدمت کریں اس سے اچھی بات ان کے لئے اور کیا ہوسکتی ہے۔ بیسیوں ایسے لوگ ہیں جو پنشن لیتے ہیں اور جنہیں اپنے گھروں میں کوئی کام نہیں ہے میں ان سے کہتا ہوں کہ خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں تا ان سکیموں کے سلسلہ میں ان سے کام لیا جائے یا جو مناسب ہوں انہیں نگرانی کا کام سپرد کیا جائے ورنہ اگر نگرانی کا انتظام نہ کیا گیا تو عملی رنگ میں نتیجہ اچھا نہ نکل سکے گا۔

تیرھواں مطالبہ

یہ ہے کہ باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں سے جس میں چاہیں تعلیم کے لئے بھیجیں۔ میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے مرکزی سکولوں میں باہر کے دوست کم بچے بھیج رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ باہر سکول بہت کھل گئے ہیں۔ دوسرے پہلے باہر اتنی جماعتیں نہ تھیں جتنی اب ہیں۔ اب احمدیوں کے بچے اکٹھے ان سکولوں میں چلے جاتے ہیں اور انہیں اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جتنی پہلے ہوتی تھی لیکن اس طرح ہماری جماعت کے بچوں کی تربیت ایسی نہیں ہوتی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ یہاں پڑھنے والے لڑکوں میں سے بعض جن کی پوری طرح اصلاح نہ ہوئی وہ بھی اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ جب قربانی کا موقع آیا تو یکدم دین کی خدمت کی طرف لوٹے اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ یہ ان کی قادیان کی رہائش کا ہی اثر ہوتا ہے۔

ایک لڑکے کو میں نے آوارگی کی وجہ سے قادیان سے کئی بار نکلوایا لیکن جب وہ اپنے وطن میں گیا اور اس علاقہ کے لوگ جب آئیں تو یہی کہیں کہ وہ خدمت دین کے جوش اور شوق کی وجہ سے ہمارے لئے نمونہ ہے۔ اسے سل کی بیماری ہوگئی تھی حتی کہ اسے خون آنے لگ گیا مگر باوجود ایسی حالت کے تبلیغ میں سرگرمی سے مصروف رہتا اور لوگ کہتے اس کا نمونہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔

غرض قادیان میں پرورش پانے والے بچوں میں ایسا بیج بویا جاتا ہے اور سلسلہ کی محبت ان کے دلوں میں ایسی جاگزیں ہوجاتی ہے کہ خواہ ان میں سے کسی کی حالت کیسی ہی ہو جب دین کی خدمت کے لئے آواز اٹھتی ہے تو ان کے اندر سے لبیک کی سر پیدا ہوجاتی ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ ۔ لیکن اس وقت میں ایک خاص مقصد سے یہ تحریک کر رہا ہوں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کو پیش کریں جو اس بات کا اختیار دیں کہ ان بچوں کو ایک خاص رنگ اور خاص طرز میں رکھا جائے اور دینی تربیت پر زور دینے کے لئے ہم جس رنگ میں ان کو رکھنا چاہیں رکھ سکیں۔ اس کے ماتحت جو دوست اپنے لڑکے پیش کرنا چاہیں کریں ان کے متعلق میں ناظر صاحب تعلیم و تربیت سے کہوں گا کہ انہیں تہجد پڑھانے کا خاص انتظام کریں۔ قرآن کریم کے درس اور مذہبی تربیت کا پورا انتظام کیا جائے اور ان پر ایسا گہرا اثر ڈالا جائے کہ اگر ان کی ظاہری تعلیم کو نقصان بھی پہنچ جائے تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ان کی ظاہری تعلیم کو ضرور نقصان پہنچے اور نہ بظاہر اس کا امکان ہے لیکن دینی ضرورت پر زور دینے کی غرض سے میں کہتا ہوں کہ اگر ان کی دینی تعلیم و تربیت پر وقت خرچ کرنے کی وجہ سے نقصان پہنچ بھی جائے تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ اس طرح ان کے لئے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جو ان میں نئی زندگی کی روح پیدا کرنے والا ہو۔

چودھواں مطالبہ

یہ ہے کہ بعض صاحب حیثیت لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے ہیں، ان سے میں کہوں گا کہ بجائے اس کے کہ بچوں کے منشاء اور خواہش کے مطابق ان کے متعلق فیصلہ کریں یا خود یا اپنے دوستوں کے مشورہ سے فیصلہ کریں وہ اپنے لڑکوں کے مستقبل کو سلسلہ کے لئے پیش کر دیں۔ اس کے لئے ایک کمیٹی بنا دی جائے گی اس کے سپرد ایسے لڑکوں کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا جائے۔ وہ کمیٹی ہر ایک لڑکے کے متعلق جو فیصلہ کرے اس کی پابندی کی جائے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک لڑکا۔ آئی۔ سی۔ ایس کی تیاری کرتا ہے تو سب اسی طرف چلے جاتے ہیں اگر وہ سارے کے سارے پاس بھی ہو جائیں تو اتنی جگہیں کہاں سے نکل سکتی ہیں جو سب کو مل جائیں۔ لیکن اگر لڑکوں کو علیحدہ علیحدہ کاموں کے لئے منتخب

قادیان میں پرورش پانے والے بچوں میں ایسا بیج بویا جاتا ہے اور سلسلہ کی محبت ان کے دلوں میں ایسی جاگزیں ہوجاتی ہے کہ خواہ ان میں سے کسی کی حالت کیسی ہی ہو جب دین کی خدمت کے لئے آواز اٹھتی ہے تو ان کے اندر سے لبیک کی سر پیدا ہوجاتی ہے

کیا جائے اور ان کے لئے تیاری کرائی جائے تو پھر انہیں ملازمتیں حاصل کرنے میں کامیابی ہو سکتی ہے اور سلسلہ کی ضرورتیں بھی پوری ہو سکتی ہیں۔

موجودہ حالات میں جو احمدی اعلیٰ عہدوں کی تلاش کرتے ہیں وہ کسی نظام کے ماتحت نہیں کرتے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ بعض صیغوں میں احمدی زیادہ ہو گئے ہیں اور بعض بالکل خالی ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ تعلیم ایک نظام کے ماتحت ہو اور اس کے لئے ایک ایسی کمیٹی مقرر کر دی جائے کہ جو لوگ اعلیٰ تعلیم دلانا چاہیں وہ لڑکوں کے نام اس کمیٹی کے سامنے پیش کر دیں۔ پھر وہ کمیٹی لڑکوں کی حیثیت، ان کی قابلیت اور ان کے رجحان کو دیکھ کر فیصلہ کرے کہ فلاں کو پولیس کے محکمہ کے لئے تیار کیا جائے، فلاں کو انجینئرنگ کی تعلیم دلائی جائے، فلاں کو بجلی کے محکمہ میں کام سیکھنے کے لئے بھیجا جائے، فلاں ڈاکٹری میں جائے، فلاں ریلوے میں جائے وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان کے لئے الگ الگ کام مقرر کریں تا کہ کوئی صیغہ ایسا نہ رہے جس میں احمدیوں کو کافی دخل نہ ہو جائے۔ اب صرف تین یا چار صغیوں میں احمدیوں کا دخل ہے اور باقی خالی پڑے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس بارے میں معمولی سا نظام قائم کرنے سے سلسلہ کو بہت بڑی طاقت حاصل ہو سکتی ہے اور وہ لڑکے جن کی زندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں بچ سکتے ہیں۔ اور کئی نوجوان جو اچھے اور اعلیٰ درجہ کے کام نہیں کر رہے، کرنے لگ جائیں گے اور کئی محکموں میں ترقی کرنے کا رستہ نکل آئے گا۔ اگر ایسے سو آدمی بھی اپنے لڑکوں کو پیش کر دیں اور کمیٹی ان لڑکوں کے متعلق فیصلہ کرے تو اس کا نتیجہ بہت اچھا نکل سکتا ہے۔ دوسرے صوبوں میں یہ کمیٹی اپنی ماتحت انجمنیں قائم کرے جو اپنے رسوخ اور کوشش سے نوجوانوں کو کامیاب بنائیں۔ اس کام کے لئے جو کمیٹی میں نے مقرر کی ہے اور جس کا کام ہو گا کہ اس بارے میں تحریک بھی کرے اور اس کام کو جاری کرے اس کے فی الحال تین ممبر ہوں گے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (1) چوہدری ظفر اللہ خان صاحب (2) خانصاحب فرزند علی صاحب (3) میاں بشیر احمد صاحب۔ یہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں اور کام کو جاری کرنیکی ممکن تدابیر عمل میں لائیں۔

پندرھواں مطالبہ

جو جماعت سے بلکہ نوجوانان جماعت سے ہے کہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے بہت سے نوجوان بیکار ہیں۔ میں ایک مثال دے چکا ہوں کہ ایک نوجوان اسی قسم کی تحریک پر ولایت چلے گئے اور وہاں سے کام سیکھ کر آ گئے۔ اب وہ انگلش ویئر ہاؤس لاہور میں اچھی تنخواہ پر ملازم ہیں۔ وہ جب گئے تو جہاز پر کوئلہ ڈالنے والوں میں بھرتی ہو گئے۔ ولایت جا کر انہوں نے کٹر (Cutter) کا کام سیکھا اور اب اچھی ملازمت کر رہے ہیں۔ وہ نوجوان جو گھروں میں بیکار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں اور ماں باپ کو مقروض بنا رہے ہیں، انہیں چاہئے کہ اپنے وطن چھوڑیں اور نکل جائیں۔ جہاں تک دوسرے ممالک کا تعلق ہے اگر وہ اپنے لئے صحیح انتخاب کر لیں تو ننانوے فیصدی کامیابی کی امید ہے۔ کوئی امریکہ چلا جائے، کوئی جرمنی چلا جائے، کوئی فرانس چلا جائے، کوئی انگلستان چلا جائے، کوئی اٹلی چلا جائے، کوئی افریقہ چلا جائے غرض کہیں نہ کہیں چلا جائے اور جا کر قسمت آزمائی کرے۔ وہ کیوں گھروں میں بیکار پڑے ہیں باہر نکلیں اور کمائیں پھر خود کو بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ جو زیادہ دور نہ جانا چاہیں وہ ہندوستان میں ہی اپنی جگہ بدل لیں مگر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بعض نوجوان ماں باپ کو اطلاع دیئے بغیر گھروں سے بھاگ جاتے ہیں یہ بہت بُری بات ہے۔ جو جانا چاہیں اطلاع دے کر جائیں اور اپنی خیر و عافیت کی اطلاع دیتے رہیں۔ مدراس کے بمبئی کے علاقہ میں چلے جائیں، بمبئی کے بہار میں، پنجاب میں، بنگال میں، غرض کسی نہ کسی دوسرے علاقہ میں چلے جائیں۔ رنگون، کلکتہ، بمبئی وغیرہ شہروں میں پھیری سے ہی وہ کچھ نہ کچھ کما سکتے ہیں اور ماں باپ کو مقروض ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ناکامی ہو تو کیا ناکامی اپنے وطن میں رہنے والوں کو نہیں ہوتی پھر کیا وجہ ہے کہ وہ باہر نکل کر جدوجہد نہ کریں اور سلسلہ کے لئے مفید وجود نہ بنیں اور اور بیکار گھروں میں پڑے رہیں۔

سولھواں مطالبہ

یہ ہے کہ جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ذلت نہیں بلکہ عزت کی بات ہے۔ ذلت کے معنی تو یہ ہوئے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض کام ذلت کا موجب ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمارا کیا حق ہے کہ اپنے کسی بھائی سے کہیں کہ وہ فلاں کام کرے جسے ہم کرنا ذلت سمجھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے کام کرنا چاہئے۔ امراء تو اپنے گھروں میں کوئی چیز ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھنا بھی عار سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے بیسیوں دفعہ برتن مانجتے اور دھوتے دیکھا ہے اور میں نے خود بیسیوں دفعہ برتن مانجے اور دھوئے ہیں اور کئی دفعہ رومال وغیرہ کی قسم کے کپڑے بھی دھوئے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک ملازم کو پاؤں دبانے کے لئے بلایا۔ وہ مجھے دبا رہا تھا کہ کھانے کا وقت ہو گیا۔ لڑکا کھانے کا پوچھنے آیا تو میں نے کہا دو آدمیوں کا کھانا

لے آؤ۔ کھانا آنے پر میں نے اس ملازم کو ساتھ بٹھا لیا۔ لڑکا یہ دیکھ کر دوڑا دوڑا گھر میں گیا اور جا کر قہقہہ مار کر کہنے لگا حضرت صاحب فلاں ملازم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔ اسلامی طریق یہی ہے اور میں سفر میں یہی طریق رکھتا ہوں کہ ساتھ والے آدمیوں کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیتا ہوں۔

میں نے دیکھا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول میں بعض خوبیاں نہایت نمایاں تھیں۔ حضرت خلیفہ اول اسی مسجد میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے مجھے یاد ہے میں چھوٹا سا تھا سات آٹھ سال کی عمر ہوگی ہم باہر کھیل رہے تھے کہ کوئی ہمارے گھر سے نکل کر کسی کو آواز دے رہا تھا کہ فلانے مینہہ آ گیا ہے اور اوپلے بھیگ جائیں گے جلدی آؤ اور ان کو اندر ڈالو۔ حضرت خلیفہ اول درس دے کر ادھر سے جا رہے تھے انہوں نے اس آدمی سے کہا کیا شور مچا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں ملتا جو اوپلے اندر ڈالے آپ نے فرمایا تم مجھے آدمی نہیں سمجھتے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوکری لے لی اور اس میں اوپلے ڈال کر اندر لے گئے۔ آپ کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی شامل ہو گئے اور جھٹ پٹ اوپلے اندر ڈال دیئے گئے۔ اسی طرح اس مسجد کا ایک حصہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے بنوایا تھا۔ ایک کام میں نے اسی قسم کا کیا تھا مگر اس پر بہت عرصہ گزر گیا ہے۔ میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کے لئے کئی بار کہا ہے مگر توجہ نہیں کرتے کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں اور یہ احساس مٹا دیں کہ فلاں آقا ہے اور فلاں مزدور۔ اگر ہم اس لئے آقا بنتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بنایا ہے تو یہ بھی ظاہر کرنا چاہئے کہ ہمارا حق نہیں کہ ہم آقا بنیں اور جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسے آقا بننے کا حق ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ کئی لوگ ترقی کرنے سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ اگر ہم نے فلاں کام کیا اور نہ کر سکے تو لوگ کیا کہیں گے۔ بعض مبلغ خود چوہدری بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور دوسروں کو مباحثہ میں آگے کر دیتے ہیں تاکہ وہ ہار نہ جائیں۔ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے کہا ہمارے پاس اب صرف دو مبلغ مناظرے کرنے والے ہیں مگر اس کی ذمہ داری ناظر صاحب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ انہیں دو مبلغ ہوشیار نظر آئے انہی کو انہوں نے مناظروں کے لئے رکھ لیا حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ سب سے یہ کام لیتے اور اس طرح زیادہ مبلغ مباحثات کرنے والے پیدا ہو جاتے کیونکہ کام کرنے سے کام کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگ دراصل کام کرنے سے جی چراتے ہیں مگر ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ اس کام کے کرنے میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ میں ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنے کا جو مطالبہ کر رہا ہوں اس کے لئے پہلے قادیان والوں کو لیتا ہوں۔ یہاں کے احمدی محلوں میں جو اونچے نیچے گڑھے پائے جاتے ہیں، گلیاں صاف نہیں، نالیاں گندی رہتی ہیں بلکہ بعض جگہ نالیاں موجود ہی نہیں، ان کا انتظام کریں۔ وہ جو اوورسیئر ہیں وہ سروے کریں اور جہاں جہاں گندہ پانی جمع رہتا ہے اور جو ارد گرد بسنے والے دس بیس کو بیمار کرنے کا موجب بنتا ہے، اسے نکالنے کی کوشش کریں اور ایک ایک دن مقرر کر کے سب مل کر محلوں کو درست کر لیں۔ اسی طرح جب کوئی سلسلہ کا کام ہو۔ مثلاً لنگر خانہ یا مہمان خانہ کی کوئی اصلاح مطلوب ہو تو بجائے مزدور لگانے کو خود لگیں اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے ثواب حاصل کریں۔ ایک بزرگ کے متعلق ہے کہ وہ جب قرآن پڑھتے تو حروف پر انگلی بھی پھیرتے جاتے کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ قرآن کے حروف آنکھ سے دیکھتا ہوں اور زبان سے پڑھتا ہوں اور انگلی کو بھی ثواب میں شریک کرنے کے لئے پھیرتا جاتا ہوں۔

پس جتنے عضو بھی ثواب کے کام میں شریک ہو سکیں اتنا ہی اچھا ہے اور اس کے علاوہ مشقت کی عادت ہوگی۔ اب اگر کسی کو ہاتھ سے کام کرنے کے لئے کہو اور وہ کام کرنا شروع بھی کر دے تو کھسیانہ ہو کر مسکراتا جائے گا لیکن اگر سب کو اسی طرح کام کرنے کی عادت ہو تو پھر کوئی عار نہ سمجھے گا۔ یہ تحریک میں قادیان سے پہلے شروع کرنا چاہتا ہوں اور باہر گاؤں کی احمدیہ جماعتوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اپنی مساجد کی صفائی اور لپائی وغیرہ خود کیا کریں اور اس طرح ثابت کریں کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا وہ عار نہیں سمجھتے۔ شغل کے طور پر لوہار، نجار اور معمار کے کام بھی مفید ہیں۔ رسول کریم ﷺ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خندق کھودتے ہوئے آپ ﷺ نے پتھر توڑے اور مٹی ڈھوئی۔ صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ اس وقت رسول کریم ﷺ کو جو پسینہ آیا بعض نے برکت کے لئے اسے پونچھ لیا۔ یہ تربیت، ثواب اور رُعب کے لحاظ سے بھی بہت مفید چیز ہے۔ جو لوگ یہ دیکھیں گے کہ ان کے بڑے بڑے بھی مٹی ڈھونا اور مشقت کے کام کرنا عار نہیں سمجھتے، ان پر خاص اثر ہوگا۔ بدر کے موقع پر جب کفار نے ایک شخص کو مسلمانوں کی جمعیت دیکھنے کے لئے بھیجا تو اس نے آ کر کہا آدمی تو تھوڑے ہی ہیں لیکن موت نظر آتے ہیں۔ وہ خود مر جائیں گے یا ہمیں مار ڈالیں گے۔ اسی وجہ سے انہوں نے لڑائی سے باز رہنے کی کوشش کی جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی مخالفین جب یہ دیکھیں گے کہ یہ ہر کام کرنے کے لئے تیار ہیں اور کسی کام کرنے میں عار نہیں سمجھتے تو سمجھیں گے کہ ان پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں۔

سترھواں مطالبہ

یہ ہے کہ جو لوگ بیکار ہیں وہ بیکار نہ رہیں۔ اگر وہ اپنے وطنوں سے باہر نہیں جاتے تو چھوٹے سے چھوٹا کام بھی انہیں مل سکے وہ کر لیں۔ اخبار یں اور کتابیں ہی بیچنے لگ جائیں، ریزرو فنڈ کے لئے روپیہ جمع کرنے کا کام شروع کر دیں غرض کوئی شخص بیکار نہ رہے۔ خواہ اسے مہینہ میں دو روپے کی ہی آمدنی ہو کیونکہ دو بہر حال صفر سے زیادہ ہیں۔ بعض بی۔اے کہتے ہیں کہ ہم بیکار ہیں ہمیں کوئی کام نہیں ملتا میں انہیں کہتا ہوں کہ دو روپے بھی اگر وہ کما سکیں تو کمائیں۔ میں نے جس قدر حساب پڑھا ہے اس سے مجھے یہی معلوم ہوا ہے کہ دو روپے صفر سے زیادہ ہوتے ہیں۔ غرض کوئی احمدی نکما نہ رہے اسے ضرور کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہئے۔

اٹھارھواں مطالبہ

باہر کے دوستوں سے میں یہ کرتا ہوں کہ قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں لوگ مکان بنا چکے ہیں مگر ابھی بہت گنجائش ہے۔ جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی ہمارا مرکز ترقی کرے گا اور غیر عنصر کم ہوتا جائے گا۔ غیر عنصر کم کرنے کے دو ہی طریق ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ یہاں سے چلا جائے اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں۔ یا یہ کہ ہماری آبادی بڑھنے سے ان کی آبادی کی نسبت کم ہو جائے اور یہ ہمارے اختیار کی بات ہے۔ جب ہم اپنے آپ کو بڑھاتے جائیں گے تو غیر عنصر خود بخود کم ہوتا جائے گا ہاں یاد رکھو کہ قادیان کو خدا تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کا مرکز قرار دیا ہے۔ اس لئے اس کی آبادی انہیں لائنوں پر چلنی چاہئے جو سلسلہ کے لئے مفید ثابت ہوں۔ اس موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری تاکید ہے کہ قادیان، بھینی اور ننگل کے سوا سردست اور کسی گاؤں سے آبادی کے لئے زمین نہ خریدی جائے۔ ابھی ہمارے بڑھنے کے لئے بھینی اور ننگل کی طرف کافی گنجائش ہے۔ ننگل کے لوگ خوشحال ہیں اور زمین فروخت نہیں کرتے ان کی اس حالت کو دیکھ ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ بھینی والے اپنی زمین بیچتے رہتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ وہ اپنی زمین زیادہ قیمت پر بیچ کر اور جائیداد پیدا کرتے ہیں بلکہ غربت کی وجہ سے بیچتے ہیں اس بات کا ہمیں افسوس ہے۔ کاش! وہ پہلی زمینیں فروخت کر کے فروخت کردہ زمین سے زیادہ زمین دوسرے گاؤں میں خریدتے تو ہمارے لئے دوہری خوشی کا موجب ہوتا۔ یہ مطالبات ہیں جو میں جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک لمبے غور اور فکر کے بعد تجویز کیا گیا اور ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو سلسلہ کی ترقی میں ممد نہ ہو۔ ان میں سے ہر ایک بیج ہے ایسا بیج جو بڑی ترقی پانے والا اور بہت بڑا درخت بننے والا اور دشمنوں کو زیر کرنے والا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نظر انداز کرنے والی نہیں اور ایک بھی ایسی نہیں کہ اس کے بغیر ہماری ترقی کی عمارت مکمل ہو سکے۔ پس میں اپنی جماعت کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ جس جس سے ہو سکے ان میں حصہ لے اور اس طرح سلسلہ کی ترقی کے وقت کو قریب لانے اور خدا تعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

> **ہماری فتح ظاہری سامانوں سے نہیں بلکہ باطنی سامانوں سے ہوگی۔ اگر ہمارے دلوں میں حقیقی ایمان پیدا ہو جائے اور اگر ہم صرف خدا کے ہو جائیں تو ساری دنیا کو فتح کر لینا ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے**

انیسواں مطالبہ

۔ دعا۔ ایک اور چیز باقی رہ گئی ہے جو سب کے متعلق ہے گو غرباء اس میں زیادہ حصہ لے سکتے ہیں۔ دنیاوی سامان خواہ کس قدر کئے جائیں آخر دنیاوی سامان ہی ہیں اور ہماری ترقی کا انحصار ان پر نہیں بلکہ ہماری ترقی خدائی سامان کے ذریعہ ہوگی اور یہ خانہ اگرچہ سب سے اہم ہے مگر اسے میں نے آخر میں رکھا ہے اور وہ دعا کا خانہ ہے۔ وہ لوگ جو ان مطالبات میں شریک نہ ہو سکیں اور ان کے مطابق کام نہ کر سکیں وہ خاص طور پر دعا کریں کہ جو لوگ کام کر سکتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں کام کرنے کی توفیق دے اور ان کے کاموں میں برکت ڈالے۔ ہماری فتح ظاہری سامانوں سے نہیں بلکہ باطنی سامانوں سے ہوگی۔ اگر ہمارے دلوں میں حقیقی ایمان پیدا ہو جائے اور اگر ہم صرف خدا کے ہو جائیں تو ساری دنیا کو فتح کر لینا ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس مومن بھی کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو کچھ نہیں کر سکتے وہ یہی دعا کرتے رہیں کہ خدا تعالیٰ چالیس مومن پیدا کر دے۔ ایسے چالیس مومن جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ پس وہ لولے لنگڑے اور اپاہج جو دوسروں کے کھلانے سے کھاتے ہیں، جو دوسروں کی امداد سے پیشاب اور

پاخانہ کرتے ہیں اور وہ بیمار اور مریض جو چارپائیوں پر پڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش! ہمیں بھی طاقت ہوتی اور ہمیں بھی صحت ہوتی تو ہم بھی اس وقت دین کی خدمت کرتے ان سے میں کہتا ہوں کہ ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے دین کی خدمت کا موقع پیدا کر دیا ہے وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور چارپائیوں پر پڑے پڑے خدا تعالیٰ کا عرش ہلائیں تا کہ کامیابی اور فتح مندی آئے۔ پھر وہ جو ان پڑھ ہیں اور نہ صرف ان پڑھ ہیں بلکہ کند ذہن ہیں اور اپنی اپنی جگہ کُڑھ رہے ہیں کہ کاش! ہم بھی عالم ہوتے کاش! ہمارا بھی ذہن رسا ہوتا اور ہم بھی تبلیغ دین کے لئے نکلتے ان سے میں کہتا ہوں کہ ان کا بھی خدا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبارت آرائیوں کو نہیں دیکھتا، اعلیٰ تقریروں کو نہیں دیکھتا بلکہ دل کو دیکھتا ہے وہ اپنے سیدھے سادھے طریق سے دعا کریں، خدا تعالیٰ ان کے دعا سنے گا اور ان کی مدد کرے گا۔

رسول کریم ﷺ کے ایک مخلص صحابی بلالؓ حبشی تھے جن کے نام سے تمام امت اسلامیہ واقف ہے وہ اذان دیا کرتے تھے۔ چونکہ عرب نہ تھے اس لئے عربی کے بعض حروف ادا نہ کر سکتے تھے۔ ''اَشْھَدُ'' کی بجائے ''اَسْھَدُ'' کہا کرتے تھے اور لوگ ان کی اذان پر ہنستے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ لوگوں کو ہنستے سنا تو باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ بلال کی آواز تو اللہ تعالیٰ کو بھی پیاری ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ وہ ''ش'' ادا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ یہ دیکھتا تھا کہ یہ میرا وہ بندہ ہے جسے سخت دھوپ میں گرم ریت پر لٹایا گیا مگر اس نے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـــہَ۔ کہنا نہ چھوڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ ایک عالم آیا آپ نے بات کرتے وقت معمولی طور پر ق کا حرف ادا کرتے ہوئے قرآن کہا تو وہ کہنے لگا مسیح موعود بنے پھرتے ہیں اور قرآن کہنا بھی نہیں آتا۔ ان دنوں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید آئے ہوئے تھے ان کا ہاتھ اس شخص کے منہ کی طرف اٹھنے ہی لگا تھا کہ آپ نے انہیں روک دیا اور پھر جب تک اس شخص سے گفتگو کرتے رہے صاحبزادہ صاحب کا ایک ہاتھ آپ نے پکڑے رکھا اور دوسرا حضرت مولوی عبدالکریم کو پکڑے رکھنے کا ارشاد فرمایا اور وہ اس دوران غصہ سے لرزتے رہے لیکن وہ نادان کیا جانتا تھا کہ خدا تعالیٰ کو آپ کا سیدھا سادھا قرآن کہنا ہی پسند تھا۔

پس کوئی یہ مت سمجھے کہ اسے عبارت آرائی نہیں آتی کیونکہ خدا تعالیٰ الفاظ کو نہیں دیکھتا۔ اگر اعلیٰ درجہ کے الفاظ میں اس سے التجا کی جائے تو اسے بھی سنتا ہے اور اگر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس کے دراجابت کو کھٹکھٹایا جائے تو بھی کھولتا ہے اور پکارنے والے کی دعا سنتا ہے۔ پس وہ لوگ جو معذوری اور مجبوری کی وجہ سے کسی مطالبہ کو پورا کرنے میں بھی حصہ نہیں لے سکتے میں نے یہ ایسی تجویز بتائی ہے کہ اس میں وہ سب شریک ہو سکتے ہیں اور یہ سب سے اعلیٰ، سب سے اہم اور سب سے ضروری تجویز ہے۔ وہ چارپائیوں پر پڑے ہوئے اپاہج ہیں، وہ جنہیں بات کرنے کا شعور نہیں، وہ جن کے ذہن رسا نہیں، وہ جو بیمار اور کمزور ہیں، وہ جو قید میں پڑے ہیں، وہ جو مصائب و تکالیف اور مشکلات میں گرفتار ہیں، وہ سب جو یہ کام کرنا چاہتے ہیں مگر کر نہیں سکتے، وہ اس تجویز پر عمل کریں اس طرح وہ کام کرنے والوں سے ثواب حاصل کرنے میں پیچھے نہ رہیں گے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے کہہ سکتے ہیں ہمارے پاس دل ہی تھا، وہ ہم نے پیش کر دیا اور خدا تعالیٰ ضرور ان کے دل کی قدر کرے گا اور انہیں ایسا ہی اجر دے گا جیسا کام

> **خدا تعالیٰ الفاظ کو نہیں دیکھتا۔ اگر اعلیٰ درجہ کے الفاظ میں اس سے التجا کی جائے تو اسے بھی سنتا ہے اور اگر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس کے دراجابت کو کھٹکھٹایا جائے تو بھی کھولتا ہے اور پکارنے والے کی دعا سنتا ہے**

کرنے والوں کو دے گا۔ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک جنگ کے لئے جا رہے تھے۔ آپ نے صحابہ کو دیکھا کہ بہت سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں، بھوکے پیاسے ہیں، جنگل کاٹ کاٹ کر رستہ بنا رہے ہیں اور اس سخت تشویش اور تکلیف کو دین کی خاطر برداشت کر کے فخر محسوس کر رہے ہیں کہ ہم کو دین کی بہت بڑی خدمت کی توفیق ملی رسول کریم ﷺ نے ان کی اس حالت کو محسوس کر کے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو تمہارے جیسا ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہ! یہ کس طرح ممکن ہے کہ قربانیاں تو ہم کریں، جانیں دینے کے لئے ہم نکلیں، تکلیفیں ہم اٹھائیں، مصیبتیں ہم جھیلیں اور ثواب ان کو بھی ہمارے برابر ملے جو گھروں میں بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ اپاہج اور وہ لولے لنگڑے جن کے دل بریاں ہیں اور جو رو رہے ہیں کہ ہمیں توفیق حاصل نہیں ورنہ ہم بھی اس جنگ میں شریک ہوتے کیا خدا تعالیٰ ان کو ثواب نہ دے گا۔

پس ایسے لوگ جو مجبور معذور ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سامنے نہ کہ اپنے جھوٹے نفس کے سامنے، ان کے پاس سب سے کاری حربہ ہے وہ اسے چلائیں اس طرح وہ خود بھی ثواب کے مستحق ہوں گے اور

جماعت بھی ترقی کرتی جائے گی۔ یہ وہ

19 تجاویز

ہیں جو میں نے جماعت کے سامنے پیش کی ہیں۔ امید ہے کہ جلد سے جلد ان کو عمل میں لایا جائے گا اور وہ جو دین کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں آگے بڑھیں گے۔ روپیہ کے متعلق جو تحریک کی گئی ہے اور جو ابھی قادیان میں لوگوں کو پہنچی ہے اس میں اس وقت تک 6 سو روپیہ نقد اور 7-8 سو کے وعدے ہو چکے ہیں اور مجھے جو خبریں ملی ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہہ سکتا ہوں کہ اگر محلوں کی کمیٹیاں صحیح طور پر کوشش کریں تو قادیان سے ہی دو تین ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ باہر کی جماعتوں کے متعلق مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک اندازہ لگایا جا سکے گا۔ میں نے جو سکیم تجویز کی ہے اس کا فوراً پیش کرنے والا حصہ آج کے خطبہ سے مکمل ہو چکا ہے لیکن بعض زائد خیالات کا اظہار میں اگلے جمعہ کے خطبہ میں کروں گا۔ جماعت کے لوگ ان مطالبات میں سے جس جس کو پورا کر سکتے ہیں، اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ مگر یاد رکھیں یہ جو کچھ ہے پہلا قدم ہے۔ جس طریق سے الٰہی سلسلے ترقی کرتے ہیں، اس کے مقابلہ میں یہ بالکل حقیر ہے۔ جس طرح سپاہی کو مشق کرانے کے لئے اس کے کندھے پر بندوق رکھی جاتی ہے اور اسے مشق کرائی جاتی ہے اسی قسم کی یہ مشق ہے ورنہ وہ قربانیاں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں وہ آگے آنے والی ہیں۔ قادیان والوں پر سب سے زیادہ ذمہ داریاں ہیں کیونکہ وہ مرکز میں اور نبی کی تخت گاہ میں رہتے ہیں وہ کوشش کر کے ایک دوسرے سے آگے بڑھیں۔ (الفضل 9/دسمبر 1934ء)

تحریک جدید

کلیم اللہ خان

یادِن چونتیس ہے جب دشمنوں نے دی وعید
سلسلہ کٹ جائے گا مٹ جائیں گے ان کے مرید

زورِ بازو پر بھروسہ کرنے والوں نے کہا
ان میں کیا دم سہہ سکیں احرار کی ضربِ شدید

کس تکبر کس غرور و ناز سے دعوٰی کیا
اب نہ باقی احمدی ہونگے نہ ان کا کوئی سیڈ

کس قدر طومار باندھا غیظ کا طوفاں اُٹھا
اس تعلّی اور دعوے کو ہوئی مدت مدید

زخم خوردہ کون ہے اب چاٹتا ہے زخم کون
کون جیتا کون ہارا! ہیں گواہ چشم دید

ہاتھ تھاما اس خدا نے حضرتِ محمؔود کا
''مصلح الموعود'' تھا مردِ خدا، مردِ رشید

ہر مخالف خائب و خاسر ہی ہوگا دیکھنا
آسماں سے پا رہے تھے بارہا ایسی نوید

نکلی جاتی ہے زمیں بھی پاؤں سے احرار کے
''میری فتح میرا غلبہ'' بھی تو ہے قول سدید

مانگ دیکھو آسماں سے گر مدد کوئی ملے
آسمانی فیصلے ہوتے نہیں جنسِ خرید

اک دعائے خاص سے تحریک جو القا ہوئی
اعلائے حق کی کڑی ہے آج تحریک جدید

یہ ڈگر ہے جو ہے روشن آیۂ قران سے
وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ☆

یہ نشان ہے آسمانی، ہے یہ احسانِ عظیم
کامرانی کی ہے مِفتح، کامیابی کی کلید

گلشنِ احمد ہوا گل رنگ بھی گلبار بھی
گوشہ احرار کی ہر شاخ پژمردہ بُرید

بول بالا حق کا ہو اور دین کی ترویج ہو
ہیں مقاصد اتنے عالی، طرز بھی کتنی جدید

کوچہ کوچہ سجدہ گہ ہو قریہ قریہ درسگاہ
ترجمہ ہو ہر زباں میں آج قرانِ مجید

اب اسی چشمہ سے قومیں پائیں گی آبِ حیات
جلد آؤ تشنہ کامو! مت بنو اتنے بلید

اب خدا کی آئی نوبت تم بنو نقارچی
ہے ملائک سے مؤیّد آج تحریک جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

لندن۔٦ ستمبر ۲۰۰۳ء

مکرم ومحترم عبدالرب انور محمود خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے بفضل اللہ آپ بخیریت ہونگے۔آپ نے فون پر خاکسار سے فرمایا تھا کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرنچ ممالک میں جماعت کی ترقی اور پھیلاؤ سے متعلق جو رؤیا دیکھی تھی وہ آپ کو بھجواؤں۔خاکسار نے اپنی نوٹ بکس میں تلاش کیا تو وہ رؤیا مل گئی۔چنانچہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔

'یہ ہفتہ ۱۷رجولائی ۱۹۹۳ء کی بات ہے۔حضور رحمہ اللہ دفتر تشریف لائے۔خاکسار ان دنوں بطور پرائیویٹ سیکرٹری خدمت کی توفیق پا رہا تھا۔حضور انورؒ نے خاکسار کو بلایا اور فرمایا کہ' آج رات بہت ہی عجیب اور معنیٰ خیز رؤیا دیکھی ہے۔'اور فرمایا کہ'اسے غور سے سن لیں پھر لکھ کر دکھادیں۔'یہ بھی فرمایا کہ'چونکہ میں نوٹ نہیں کرتا اس لئے بعد میں بعض دفعہ رؤیا کی تفصیلات بھول جاتی ہیں۔'چنانچہ حضورؒ نے رؤیا خاکسار کو سنائی۔حضورؒ نے بعد میں اپنے بعض خطابات وغیرہ میں بھی اس رؤیا کا ذکر فرمایا ہے۔وہ سب حوالے اس وقت میرے سامنے نہیں ہیں۔ممکن ہے ان میں بعض اور بھی تفصیلات ہوں۔بہرحال خاکسار کی نوٹ بک میں حضورؒ کی یہ رؤیا بایں الفاظ درج ہے۔

''ھفتہ ۱۷جولائی ۱۹۹۳ء۔آج رات میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک چھوٹی کشتی پر سوار دریا کے بہاؤ کے رخ جا رہا ہوں۔کشتی میں مَیں اکیلا ہی ہوں اور ذہن میں یہ ہے کہ مجھے دریا اور سمندر کے سنگم پر پہنچنا ہے اور وہاں کسی اہم شخصیت سے ملاقات ہے۔یہ معلوم نہیں کہ وہ شخصیت کون ہے۔ذہن میں یہ بات بھی ہے کہ مجھ سے پہلے بھی ایک دفعہ کسی نے اس جگہ پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ جگہ جہاں دریا اور سمندر کا ملاپ ہوتا ہے بہت ہی مشکل اور خطرناک ہے۔چنانچہ جب میں اس سنگم پر پہنچتا ہوں تو وہاں پانی کی لہروں کے بہت Ups & Downs ہیں اور کافی مشکل اور خطرناک جگہ ہے۔لیکن میں بالکل گھبراتا نہیں اور بڑے اطمینان سے اس جگہ سے آگے نکل جاتا ہوں۔میں نے دیکھا کہ کناروں پر بہت لوگ کھڑے ہیں جو اس سارے نظارہ کو دیکھ رہے ہیں۔پہلے تو کشتی چونکہ دریا کے بہاؤ کے رخ پر بہہ رہی تھی اس لئے اس کی رفتار کافی تیز تھی لیکن جب دریا اور سمندر کے اس سنگم سے کچھ آگے نکلتا ہوں تو اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔پھر مجھے سامنے سمندر میں ایک بڑی Boat یا چھوٹا سمندری جہاز نظر آتا ہے اور یہ احساس ہے کہ میں نے جس شخصیت سے ملنا ہے اس کے لئے مجھے اس جہاز تک پہنچنا ہے۔میں دونوں ہاتھوں سے کام لیتے ہوئے چپوؤں کی طرز پر پانی کو پیچھے کو دھکیلتا ہوں اور اس طرح کشتی آگے بڑھتی ہے اور میں چکر کاٹ کر اس جہاز کی پچھلی جانب سے اس کے اندر داخل ہوتا ہوں۔وہاں کچھ لوگ موجود ہیں۔ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ آپ یہاں انتظار کریں اور پھر گویا جس شخصیت سے میں نے ملنا ہے ان سے رابطہ کے لئے وہ ٹیلی فون یا کوئی مشین لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔وہاں ایک خاتون ہے جو فرنچ زبان میں اس شخص کو جو فون کرنا چاہتا ہے کہتی ہے کہ وہ خود آ کر مشین لگائیں گے اور مچھلی پکڑیں گے۔میں اس وقت ان سے کہتا ہوں کہ کیا وہ (اہم شخصیت) فرنچ بولتے ہیں۔

یہ بہت اہم اور معنیٰ خیز رؤیا ہے اور اس میں کئی لطیف اشارے پائے جاتے ہیں۔''

حضور انورؒ نے بعد میں فرنچ سپیکنگ ممالک میں جماعت کی غیر معمولی شان سے تیز رفتار ترقی کے تعلق میں اس رؤیا مبارکہ کا کئی دفعہ مختلف مواقع پر ذکر فرمایا۔یہ ۱۹۹۳ء کی رؤیا ہے اور اس کے بعد فرنچ ممالک میں بیعتوں میں جو اضافہ ہوا وہ حیرت انگیز ہے۔آپ کو فرنچ ممالک میں بیعتوں کی رفتار اور دیگر جماعتی ترقیات کے کوائف حضورؒ کے خطابات سے یا تبشیر سے یا ان ممالک سے مل سکیں گے۔

والسلام

خاکسار

نصیر احمد قمر

اعلانات

۱۔جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز اپنے خطاب میں یہ تحریک فرمائی تھی کہ ایسے احباب جو اُردو اور انگریزی میں مہارت رکھتے ہوں اور اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کر سکتے ہوں وہ اپنی خدمات پیش کریں تا کہ تراجم کتب کا کام باحسن آگے بڑھایا جائے۔ جماعت احمدیہ امریکہ کے احباب اس سلسلہ میں اپنا نام درذیل پتہ پر بھجوا سکتے ہیں:

Ahsanullah Zafer
Amir, Jamaat Ahmadiyya USA
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

۲۔سیدنا حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض احباب آنحضرت ﷺ کے مبارک نام "محمد" کو انگریزی میں لکھتے ہوئے مخفف کر کے Muhd یا Mohd وغیرہ لکھتے ہیں جو کہ ہرگز مناسب نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے نام کو پورا لکھنا چاہئے اور سپیلنگ یہ اپنائے جائیں: MUHAMMAD

Announcements

1. Hazrat Khalifatul Masih V (aba) in his speech on the 2nd day of Jalsa Salana UK 2003, urged those members of Jamaat who are well versed in Urdu as well as in English languages and can translate material from Urdu to English, to come forward and volunteer themselves so that the work of translating the Jamaat literature be accomplished, efficiently. In this regard, members of USA Jamaat are requested to submit their names at the following address:

Ahsanullah Zafer
Amir Jamaat Ahmadiyya USA
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

2. Hazrat Khalifatul Masih V (aba) has mentioned that some Jamaat members abbreviate the name of the Holy Prophet (pbuh) "Muhammad" as "Muhd" or "Mohd" etc., which is not appropriate. Huzoor directed that the name of the Holy Prophet (peace be upon him) must be spelled out completely with the standardized spelling "Muhammad".